تیری رحمت کا مجھ پہ سایہ ہو
میری محنت قبول ہو جائے
جاوداں ہو مرے سخن کی بہار
لفظ لفظ اِس کا پھول ہو جائے
(ساحر)

گُلِ صد رنگ

یعنی

بھرتری ہری شتک کے نیتی شتک کا منظوم ترجمہ

از

ساحر سنامی ایم۔ اے۔ تحصیلدار پٹیالہ

یہ مری بیس سال کی محنت !
میرے اہلِ وطن کے کام آئے !
کاش ساحرؔ یہ پیشکش میری !
سب سے شرفِ قبولیت پائے !

مطبع :- ویر ملاپ پریس ۔ ملاپ روڈ جالندھر ۔ باہتمام شری چندر پرکاش صوری چھپی

کاتب ـــ ہربنس لال نیاشہری

ناشر ـــ جگدیش رائے ایم ۔ اے ۔ مرکزِ تصنیف و تالیف پھلکیاں پریس پٹیالہ

تعداد اشاعت ـ ۲۰۰۰ بار ۔ اوّل

سنہ ۱۹۶۵ء

قیمت ۔ دو روپیہ

مِلنے کا پتہ

مرکز تصنیف و تالیف ۔ پھُلکیاں پریس پٹیالہ
کتب خانہ انجمن ترقی اُردو ۔ جامع مسجد دہلی
مکتبہ اُردو ادب ۔ ستواری چھاؤنی ۔ جموں

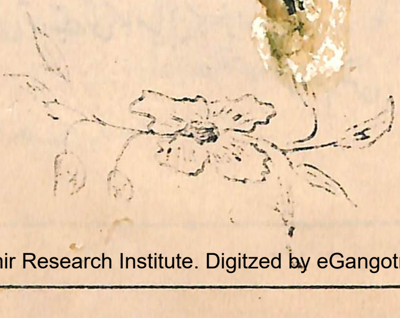
"فیضانِ انوارِ بہارستان"

۱۹۶۴

گلِ صدرنگ

ہندو پاک کے

اہلِ نظر کی نظر میں



کامریڈ رام کشن

(وزیرِ اعلےٰ پنجاب)

یہ امر موجبِ مسرت ہے کہ جناب ساحر سنامی شری بھرتری ہری کے ویراگ شتک کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔

اس سے قبل آپ کا نیتی شتک کا اُردو ترجمہ ادب نواز حضرات سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ ترجمے اور بالخصوص منظوم ترجمے کا کام کس قدر دُشوار ہے، اس کا احساس صرف وہی اشخاص کر سکتے ہیں جو اس سے دو چار ہو چکے ہیں۔ مترجم نے پُرشکوہ الفاظ اور مشکل تراکیب کے بغیر اشعار میں جو لطافت اور حُسن پیدا کیا ہے وہ فی الواقع قابلِ داد ہے۔

میں اس ترجمے کی کامیابی کا خواہاں ہُوں۔

رام کشن

سیّد مسعود حسن رضوی ادیب

آج سے تقریباً پینتالیس ۴۵ سال پہلے پنڈت جنیشور پرشاد مائل دہلوی ایڈیٹر رسالہ زبان نے بھرتری ہری کے اقوال کا خوبصورت اردو ترجمہ حسن اول کے نام سے مرتب کیا تھا اور جین سنٹرل پبلشنگ ہاؤس آرہ ضلع شاہ آباد (بہار) میں اس کو شائع کیا تھا۔ وہ کتاب مجھ کو بے حد پسند تھی۔ اب یہ معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کہ جناب دیوان بیج ونت رائے صاحب ساحر سنامی بھرتری ہری شتک' اور 'نیتی شتک' کا اردو نظم میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ اور ان کا 'ویراگ شتک' کا منظوم ترجمہ 'پرتاپ' اور 'ملاپ' اخباروں میں قسط وار شائع ہو رہا ہے اور قدر شناسوں کی ایک بڑی تعداد اس کو کتابی صورت میں حاصل کرنے کی خواہشمند ہے۔ ہندوستان کے قدیم ادب کے جواہر پاروں کو عام فہم اردو میں منتقل کرنا اور ان کو نظم کے زیور سے آراستہ کر کے پیش کرنا بہت بڑی ادبی اور قومی خدمت ہے۔ جناب ساحر سنامی سارے قدردانانِ اردو کے دلی شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اردو کا خزانہ ان بیش بہا جواہرات سے بھر دیا ہے۔ میں موصوف کو ان کے اس کارنامے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان کی سعی مشکور اور کتاب مقبول ہو گی۔

مسعود حسن رضوی ادیب

ابو الفصاحت حضرت جوش ملسیانی

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ کہ ساحر صاحب سنامی کی تصنیف "بھرتری ہری کے نیتک شتک کا اُردو منظوم ترجمہ" زیرِ طباعت ہے اور اِس کی کتابت ہو رہی ہے۔ اس ترجمے کو میں نے قلمی صورت میں بہ نظرِ اصلاح دیکھا بھی ہے۔ اگرچہ اصل کلام کی بلندی و عظمت کے لحاظ سے اس کا ترجمہ اور پھر منظوم ترجمہ کوہ کنی اور جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مگر ان مشکلات کے باوجود یہ ترجمہ کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ بیان کی سلاست اور زبان کی صحت بھی اِس ترجمے کا نمایاں وصف ہے۔ اُمید ہے کہ ساحر صاحب کی یہ طویل محنت قدر و عزّت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

جوش ملسیانی

لسان الاعجاز پنڈت میلا رام وفاؔ

ساحر سنامی بی۔ اے تحصیلدار کو میں نے کافی نزدیک سے دیکھا ہے۔ آپ ایک سلجھے ہوئے دل و دماغ کے مالک ہیں۔ آپ پیدائشی شاعر ہیں۔ ذوقِ سلیم آپ کو ورثے میں ملا ہے سنسکرت ساہتیہ کی مشہور کتاب بھرتری ہری شتک کا کامیاب ترجمہ کر کے ساحر صاحب نے اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔

میلا رام وفاؔ

فصیح العصر منشی تلوک چند محروم

عزیزی ساحر سنامی کا نام پہلے بھی سُنا تھا۔ مگر ذاتی تعارف مالیرکوٹلہ کے مشاعرے میں ہوا۔ واقعی آپ ذوقِ سلیم کے مالک ہیں۔ اور یہ ترجمہ خُوب ہے۔

تلوک چند محروم

جناب مہاراج بہادر برق دہلوی

ساحر سنامی کو ذوقِ سُخن ورثے میں ملا ہے اور اس پر خاندانی تربیت سونے پر سہاگہ ہے۔ آپ نے بھرتری ہری شتک کا اردو منظوم ترجمہ شروع کیا ہے۔ ابتدائی چند شلوکوں کا ترجمہ میں نے دیکھا ہے۔ ایسا ترجمہ اس نوعُمری میں وہی کر سکتا ہے جس کو مذاق سخن اور ذوقِ سلیم ورثے میں ملا ہو۔ ترجمہ خوب ہے۔

برق دہلوی

سیّد القلم پنڈت یوگراج نظرؔ سوہانوی

ساحرؔ سُنامی کے والدِ ماجد بہار صاحب سُنامی سے میرا تعارف پٹیالہ کے دربارِ خاص میں ہوا۔ اس وقت ساحر صاحب سکول کے طالب علم تھے۔ اس وقت بھی ان میں ذوقِ سلیم کی نمایاں جھلک موجود تھی۔ ان کے ترجمے کے کچھ اشعار میں نے سُنے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہر سُننے والا بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جائیگا۔

نظرؔ سوہانوی

علّامہ فراقؔ گورکھپوری

ساحرؔ سُنامی بی۔ اے سے مکمّل تعارف بھٹنڈہ کے مشاعرہ میں ہوا۔ وہاں سے ان کے ساتھ پٹیالہ مشاعرہ میں شمولیت کے لئے جانا پڑا۔ راستے میں انہوں نے بھرتری ہری شتک کے کچھ اشلوکوں کا منظوم ترجمہ سُنایا جسے سُن کر بے حد مسرت ہوئی۔ ترجمہ بہت کامیاب ہے۔

فراقؔ گورکھپوری

سحابِ سخن جناب ابر احسنی گنوری

جناب ساحر سنامی ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس میں کئی پشتوں سے علم شعر اور ادب نے پناہ لی ہے۔ اس گھرانے کا ہر فرد ایک سے ایک زیادہ قابل اور علم دوست رہا ہے۔ ساحر صاحب کو شاعری اور ادبی نگاہ ورثہ میں ملی ہے۔ وہ عمدہ شاعر اور صاحبِ نظر فنکار و فن دان ہیں۔

بھرتری ہری شتک کس معیار کی کتاب ہے اس سے اہلِ نظر ناواقف نہیں۔ اس کے اشلوکوں کا صحیح اور بامحاورہ ترجمہ دلکش انداز میں کرنا بڑی قابلیت اور زبان پر کامل مہارت چاہتا ہے۔ یہ حق ہے کہ ان لوہے کے چنوں کو چبانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ مگر یہ کام ساحر صاحب نے کس قدر آسان کر دیا ہے، یہ اشلوکوں کا ترجمہ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ جس میں دریا کی سی روانی ہے۔ مقناطیس کی سی کشش ہے اور ماہرانہ صلاحیتوں کا عمدہ نمونہ ہے۔

یہ ترجمہ مدت سے نامی جرائد میں مسلسل چھپتا رہا ہے اور اہلِ نظر سے خراجِ تحسین حاصل کرتا رہا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ اب یہ کتابی شکل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ امید ہے اربابِ ذوق کے لئے یہ عمدہ تحفہ ثابت ہوگا۔

ابر احسنی

شری زبیر

میں نے اپنے پیارے بھائی شری ساحر سنامی کا منظوم ترجمہ ویراگ شتک دیکھا تو مجھے لگا کہ بھرتری ہری مہاراج کی آتما پھر سے جاگ اُٹھی ہے۔ ایک نئی بھاشا میں، نئے انداز میں، نئے الفاظ میں اُس پُرانے پیغام کو سُناتی ہے جو اُس نے سینکڑوں برس پہلے سُنایا تھا۔ ساحر بھائی نے بہت اچھا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمے کو بہت خوبصورت اشعار کا روپ دے دیا ہے۔ اُردو ادب کو ان کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے سنسکرت کے ہیرے کو اُردو کے ماتھے کی شوبھا بنا دیا ہے۔

زبیر
ایڈیٹر ملاپ۔ نئی دہلی

جناب بشیر حسن بشیر

کرمفرمائے محترم رائے تیجونت رائے صاحب ایم اے ساحر سُنامی کے تازہ الطاف نامے سے یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوئی کہ رائے صاحب موصوف اپنے منظوم کلام کے جو مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ کچھ منتخب اجزا کو بذریعہ طباعت منصۂ شہود پر لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ میں اس ارادہ کی تکمیل کے لئے دُعا گو ہوں اور تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کہ بفضلہ تعالےٰ ان کا کلام فصاحت انضمام منظرِ عام پر آ کر اہلِ نظر کے لئے باصرہ نواز و بصیرت افروز ہو رہا ہے۔

رائے صاحب نے اپنے کلام کی سحر آفرینیوں کے پیشِ نظر شاعری کے سلسلہ میں "ساحر" تخلص اختیار فرمایا۔ اور حُبِ وطن کے تحت لفظ "سُنامی" کو بھی جزوِ تخلص قرار دے لیا۔ مجھے ان کے ساحر ہونے کے بارے میں ہر پہلو سے ایمان لانا پڑا۔ کہ بلحاظ حُسنِ اخلاق و مروّت بھی وہ ساحر ہیں۔ اور اپنے ملنے والوں کو اپنی مخلصانہ روش سے مسحور فرما لیتے ہیں۔ اور بلحاظ شاعری بھی ان کے کلام میں سحر آفرینی کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ طبعِ موزوں ان

کو ازل سے ودیعت ہوئی ہے۔ اور بلند خیالی ان کی بلند نظری کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر وہ ہر صنفِ سخن میں گل افشانی فرمانے پر قادر ہیں۔ غزل ہو یا نظم، قطعہ ہو یا رباعی ہر صنف میں وہ اپنی قادر الکلامی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں جن میں آورد کو دخل نہیں۔

مَیں نے جہاں تک ان کے کلام کو دیکھا اور سُنا ہے، اس کو ہر پہلو سے دِل آویز و سماعت نواز پایا۔ ان کے کلام کے محاسن کی کماحقہ تعریف تو اساتذۂ فن ہی کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنی استعداد کے مطابق ان کے ہر کلام کو فنی و لسانی عیوب و اسقام سے پاک اور تخیّل کی بلند پروازی سے معمور پایا۔ زبان کی شُستگی اور الفاظ کی دل نشینی ان کے کلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔

بشیر حسن بشیر
(ریٹائرڈ وزیر ریاست مالیر کوٹلہ حال مقیم لاہور)

جناب کرپال سنگھ بیدارؔ

میں ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت بہت گھبراتا ہوں۔ اور پھر نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا اور بھی صبر آزما اور حواس پاش ہے۔ کیونکہ اصل میں جو لطافت اور بانکپن ہوتا ہے، وہ ترجمہ میں بالعموم قائم نہیں رہتا۔ میری نظر میں وہ شاعر قادر الکلام ہے۔ جو ترجمہ میں وہی لطافت اور بانکپن قائم رکھ سکے جو اصل میں موجود ہے۔

جہاں تک جناب ساحرؔ سامی کے "نیتی شتک" کے منظوم اردو ترجمہ کا تعلق ہے۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ جناب ساحرؔ کی یہ کوشش ہر نوع کامیاب اور قابلِ تحسین ہے۔ جناب ساحرؔ چونکہ اردو میں ایک نہایت ہی سلجھا ہوا مذاق رکھنے والے شاعر ہیں۔ اس لئے وہ نیتی شتک کا منظوم ترجمہ اس ڈھنگ سے کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ کہ اہلِ نظر اس کی بے اختیار داد دینے پر مجبور ہوں گے۔ میں جناب ساحرؔ کو اس کامیاب ترجمہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

کرپال سنگھ بیدار

جناب نسیمؔ نور محلی

ساحرؔ سنامی ایم اے قابل باپ کے قابل بیٹے ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد شری بھگونت رائے بہارؔ سنامی اُردو اور فارسی میں لامحدود قابلیت کے مالک اور اپنے وقت کے ممتاز ادیب تھے۔ ان کی تصنیف "کُلیاتِ برہمن" ایم اے اور منشی فاضل کے نصاب میں شامل ہے۔ خواجہ حسن نظامی ایسے عالم آپ کی قابلیت کے معترف بلکہ مدّاح تھے۔ اس لئے اس میں شک و شبہ کا کوئی محل نہیں کہ ساحرؔ صاحب کو ذوقِ سلیم اور شوقِ ادب وراثت میں ملا ہے۔ آپ نے بھرتری ہری شتک' کا اُردو منظوم ترجمہ کیا ہے جس کا لفظ لفظ آپ کے حُسنِ بیاں کا روشن ثبوت ہے۔ ترجمہ کا کام نثر میں بھی آسان نہیں۔ چہ جائے کہ اسے نظم میں اِس خوبی سے سرانجام دیا جائے۔ یہ ترجمہ اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے ساحرؔ صاحب داد کی جگہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نسیمؔ نُور محلی

جناب جگن ناتھ کمال کرتارپوری

بھرتری ہری شتک۔ ترجمہ اُردو نظم میں۔ از شری تیج ونت رائے صاحب ساحرؔ سنامی ایم۔اے۔

میں نے اِس نظم کے اکثر حصّوں کو پڑھا ہے۔ یہ ترجمہ ساحرؔ صاحب کے زورِ بیان پر دال ہے۔ اس ترجمہ پر وہ ہر طرح داد و ستائش کے مستحق ہیں۔

جگن ناتھ کمال کرتارپوری

جناب قتیل شفائی

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کے توسّط سے ساحر سنامی سے تعارف ہؤا۔ اور اس کے بعد کئی بار ملاقات کا موقعہ ملا۔ میں نے ساحر صاحب کو ہر موقعہ پر مکمّل شاعر پایا ہے۔ اِس ترجمہ کو بھی دیکھا ہے۔ بہت خُوب ہے۔

قتیل شفائی

جناب وقار انبالوی

میں سمجھتا تھا۔ کہ آپ پٹیالے کے جادوگر ہیں۔ اِس ترجمے کو دیکھ کر میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ آپ ہندوستان کے جادوگر بن جائیں گے۔ ترجمہ بہت مشکل کام ہے۔ آپ نے اس کا حق خوب ادا کیا ہے۔

وقار انبالوی

روزانہ ملاپ

شری تریبھون رائے ساحرؔ سنامی ایک مصروف تحصیلدار ہونے کے باوجود بہت اچھے شاعر ہیں۔ شعر و ادب کی دوسری خدمات کے علاوہ پچھلے کئی برسوں میں آپ نے مہاراج بھرتری ہری کے نیتی شتک کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ آزادی کے ساتھ شعر کہنا اگر مشکل ہے تو کسی دوسری زبان کے اشعار کو اشعار میں ترجمہ کرنا اور بھی کٹھن ہے۔ شری ساحرؔ سنامی کو اِس مشکل کام میں کافی سپھلتا ملی ہے۔

ایڈیٹر

روزانہ پرتاپ

شری تیجونت رائے ساحرؔ سنامی جو ایک کُہنہ مشق شاعر ہیں، نے کئی برسوں کی کاوشِ قلم کے بعد بھرتری ہری شتک کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ بھرتری ہری شتک کے متعلق کچھ کہنا سُورج کو چراغ دکھانا ہے ـــــ ساحر صاحب نے اس کا منظوم ترجمہ کر کے اُردو ادب کی ایک بیش بہا خدمت سر انجام دی ہے۔ پرتاپ میں یہ منظوم ترجمہ جس کا نام گُلِ صد رنگ، رکھا گیا ہے، ہر ہفتہ ''سنسکرتی ایڈیشن'' میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔

ایڈیٹر

روزانہ پردیپ

بھگوت گیتا دھرم، ہند سیاست و اخلاق کی جامع کتاب ہے۔ اور شری تیجونت رائے ساحر سناحی نے اسے اُردو میں منظوم کر کے ادب کی ایک گراں قدر خدمت سرانجام دی ہے۔

ایڈیٹر

نظر سے خوش گزرے

آج میں ایک ایسے زندہ کردار کے متعلق اپنے خیالات کے اظہار کا شرف حاصل کر رہا ہوں جس کی شخصیت اور شاعری میں بڑا مضبوط اور بڑا گہرا توازن ہے۔ حالانکہ بادی النظر میں اِس حقیقت کا اطلاق ہر شاعر کی ذات پر ہوتا ہے لیکن اگر گہرائی میں جایا جائے تو بات درست ثابت نہیں ہوتی۔ اور شاعر کی شخصیت اور شاعری میں ایک نمایاں تفاوت کا احساس ہوتا ہے۔ میرے دیرینہ مہربان تیجونت رائے ساحرسنامی جو خاندانی شریف اور خاندانی شاعر ہیں اپنے کلام سے اس توازن کی بڑی دلکش مثالیں فراہم کرتے ہیں۔ یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں کہ اگر وہ بھرتری ہری سے خاص طور پر بلکہ غیر معمولی طور پر متاثر ہیں اور اپنے متاثر ہونے کا عملی ثبوت انہوں نے اگرچہ یوں بھی دیا ہے کہ بھرتری ہری کے شلوکوں کو اُردو نظم میں منتقل کر کے اُردو ادب کے خزانے میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ زبان کی سادگی، بیان میں زور اور روانی قابلِ داد ہے۔ اِس لحاظ سے میں انہیں ساحرسنامی کی بجائے اُردو ادب بھرتری ہری کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔

نریش کمار شاد

دیباچہ

(از۔ علّامہ لشیشور پرشاد منوّر لکھنوی)

میرے دوست شری تیجونت رائے ساحر سنامی ایم۔ اے تحصیلدار پٹیالہ نے سنسکرت زباں کی شہرہ آفاق منظوم تصنیف "بھرتری ہری شتک" کا اُردو زبان میں شعری ترجمہ کیا ہے جو ایک مدّت سے پنجاب کے مختلف اخبارات مثلاً ملاپ۔ پرتاپ۔ پردیپ وغیرہ میں چھپ رہا ہے۔ اب یہ ترجمہ کتابی صورت میں لایا جا رہا ہے۔ اور ساحر صاحب کا مجھ سے تقاضا ہے کہ میں اِس ترجمے کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔

ترجمے کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیشتر میں قارئین کی دلچسپی کے لئے مختصراً یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھرتری ہری شتک ہے کیا چیز۔ اس کا مصنّف کون ہے۔ سنسکرت زبان کے شعری ادب میں اس کا

کیا پایہ ہے۔ اس کی تصنیف کے محرکات کیا ہیں۔

بھرتری ہری شتک مہاراجہ گوپی چند بھرتری کی ایک لازوال تصنیف ہے۔ اِس کے تین حصّے ہیں۔ شرنگار شتک نیتی شتک اور ویراگ شتک۔ لفظ شتک کے معنی ہیں سو اشعار کا مجموعہ۔ ان تینوں حصّوں میں سَو سَو اشلوک ہیں جن میں مصنّف نے حُسن وعشق درس داخلاق اور بے تعلّقی و ترک کے موضوعات پر اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ بھرتری ہری کو سنسکرت زبان پر کامل قدرت حاصل تھی۔ وہ ایک بالغ نظر اور نکتہ شناس شاعر تھے شعر گوئی میں ان کی دسترس معقول تھی۔ اپنے موضوع کے اظہار کے متعلق انہوں نے جو اسلوب اختیار کیا ہے۔ وہ بے حد دلکش ہے معلوم ہوتا ہے شعریت کا ایک دریا رواں دواں ہے۔ اظہارِ مطلب کے لئے انہوں نے جن تمثیلات اور استعارات کا استعمال کیا ہے۔ ان کی ندرت پر بے ساختہ کلمۂ آفرین زبان پر آجاتا ہے۔ ان کے اشلوکوں کی روانی میں انسان کھو جاتا ہے۔ اس کے دل و دماغ پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے حُسن و عشق کا باب ہو۔ خواہ درس داخلاق کا۔ اور خواہ بے تعلقی و ترک

کا۔ بھرتری جی جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ ذاتی تجربہ کی بِنا پر کہتے ہیں۔ اِس لئے ان میں تصنّع یا بناوٹ کا ذرا بھی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ ان کی شاعری رسمی نہیں حقیقی ہے۔ اور ہزاروں عملی تجربوں کا نچوڑ ہے۔ انہوں نے دوسروں کے چبائے ہوئے لقموں کو منہ نہیں لگایا۔ جو کچھ لِکھا ہے۔ وہ دوسروں کے استفادے کے لئے لِکھا ہے۔ وہ جو تصویر کھینچتے ہیں۔ اِس میں خدوخال کی پُوری عکاسی ہوتی ہے۔ اور اس کے رنگ و روغن میں حُسن و جمال کے ایسے جاذب نظر انداز جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا لُطف زبان سے بیان کرنا اگر ناممکن نہیں۔ تو دُشوار ضرور ہے۔ یہ لُطف درحقیقت محسوس کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال سنسکرت زبان کے شعری ادب میں جو مقام والمیک کی رامائن۔ کالی داس کی شکنتلا۔ کمار سمبھو۔ میگھ دوت اور رت سنگار یا بھوبھوتی کی رام چرتر تیز مادھو کا ہے۔ بھرتری ہری شتک کا درجہ بھی اس سے اگر زیادہ نہیں۔ تو کم از کم اس کے برابر ضرور ہے چُونکہ بھرتری ہری علمِ قواعد (ویاکرن) کے بھی عالم تھے۔ اور اس موضوع پر خود ان کی تصانیف بھی موجود ہیں۔ لہٰذا یہ آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ بھرتری ہری کی شاعری جہاں ایک طرف جذبات نگاری

اور حقیقت بیانی کا مرقّع ہے۔ وہاں اس کے فنّی محاسن کا دائرہ بھی نہایت وسیع ہے جنہیں بیان کرنے کے لئے ایک علیٰحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ جہاں تک خیالات کا تعلق ہے۔ وہ اگرچہ بیشتر ذاتی تجربات پر منحصر ہیں۔ پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تمام تر اورِجنل ہیں۔ سنسکرت زبان کے تمام ادب پارے ان کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ ویدوں پُرانوں اور شاستروں کا انہوں نے مطالعہ کیا ہوگا۔ لہٰذا یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنا چراغ قدیم سنسکرت لٹریچر کے چراغ سے جلایا ہے۔ اس میں شراب مختلف کارخانوں کی کشید کی ہوئی ہے۔ لیکن پیمانہ خود بھرتری ہری کا ہے۔

کہا جا چکا ہے کہ بھرتری ہری جی کی شاعری رسمی نہیں۔ یہ ان کے دل کی آواز ہے۔ اس میں جذب و اثر کا تناسب نہایت خوشگوار ہے۔ اس کی خاص خوبی اس کا اجمال ہے۔ ان کے ہمالیہ ایسے بلند تخیّل سے شرنگار نیتی اور ویراگ کی تین دھارائیں گنگا۔ جمنا اور سرسوتی کی شکل میں نکلی ہیں۔ اور تینوں دھارائیں جمالیاتی حُسن کے دائرے میں تو تلاطم خیز رہتی ہی ہیں۔ ان کے دامن میں پاکیزگی اور تقدّس کے بھی نقوش نظر آتے ہیں۔

سنسکرت زبان کے تمام شاعروں کی طرح بھرتری ہری کا زمانۂ وجود بھی ایک معمہّ لاینحل سے کسی طرح کم نہیں۔ ماگھ۔ کالیداس بھوبھوتی وغیرہ، ان تمام شاعروں کا زمانۂ وجود آج تک ایک بحث طلب مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ان کی وطنیت کے متعلق بھی مختلف محققوں کی مختلف رائے ہے۔ ان کے زمانۂ وجود کا سوال ہو خواہ وطنیت کا۔ ہم ہندوستانیوں نے ان کے حل کی کوئی صورت ازخود تو نکالی نہیں۔ خدا بھلا کرے اہلِ یوروپ کا۔ جنہوں نے ہمارے تمام سنسکرت لٹریچر کا مطالعہ کر کے حتے الوسع اس کا تحقیقاتی نظر سے مشاہدہ کیا ہے۔ اور اپنے ان لافانی شاعروں کے متعلق ہمیں جو کچھ تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ وہ انہیں یوروپی مستشرقین کا عطیہ ہے۔

اُردو یا ہندی میں جو کچھ مواد بھرتری ہری کی سوانح عمری کے سلسلہ میں ملتا ہے، وہ بالکل تھوڑا ہے۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور وہ بھی قطعی طور پر معتبر نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ اسے حقیقت قرار دیا جا سکتا ہے نہ روایت۔ پھر بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ بھرتری جی کا زمانہ وکرما دتیہ کا زمانہ ہے۔ وکرما دتیہ کے عہد کو بھی بعض لوگ قبل ولادت مسیح کے عہد میں شامل کرتے ہیں۔ اور بعضوں کے خیال کے مطابق زمانہ مابعد

مسیح کی پیداوار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بھرتری ہری وکرمادتیہ کے بڑے بھائی تھے۔ اور پہلے مالوہ (اجین) کی عنانِ حکومت انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ وُہ ایک معیاری حُکمران سمجھے جاتے تھے۔ ان کا ستارہ اقبال اوج پر تھا۔ رعایا پروری۔ عدل گستری اور مُلک گیری میں عدیم المثال تھے۔ اِنتظام سلطنت میں کامل دسترس تھی۔ علم و فضل کی اِنتہا نہ تھی قربانی و ایثار کا مجسمہ بھی تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ جاہ و حشم کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ اور بیشتر شاہانِ وقت کی طرح وہ بھی اپنی زندگی کے کچھ لمحے دُنیوی عیش و عشرت کے لئے بھی نکال لیتے تھے۔ اور بسا اوقات تو عیش و عشرت میں اتنے غرق ہو جاتے کہ پھر انتظامِ سلطنت کا خیال ہی نہ رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صُورت میں سلطنتوں کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔ بھرتری ہری کے ساتھ بھی یہی سانحہ پیش آیا۔ کئی کئی محل رکھنے کے باوجود دُنیا ئے عیش و عشرت میں ان کی دست درازیاں نہ جانے کتنی شاہدانِ گُل اندام کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔ ان کو اپنی ایک محبُوب رانی پنگلا کی آتشِ محبّت نے اندھا کر دیا تھا۔ اور وُہ اس کی ریا کارانہ شوہر پرستی کے فریب میں آکر حواس و ہوش کھو بیٹھے۔ ان کی چشمِ بصیرت پر عیش پرستی کا پردہ پڑ گیا۔ پنگلا کے ساتھ ان کے والہانہ

عشق نے ان کو اپنے جاں نثار بھائی وکرما دتیہ کی وفاداری سے بھی محروم کر دیا۔ مہارانی کے طلسمِ محبّت میں گرفتار ہو کر انہوں نے وکرما دتیہ کو ان کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کر دیا جس سے وکرما دتیہ کو جلاوطنی اختیار کرنا پڑی۔ لیکن جب مہارانی پنگلا کی ریاکاری کا بھانڈا امرپھل کے ذریعہ پھوٹا تو بھرتری کی آنکھیں کھل گئیں۔ مہاراجا کے داروغہ کے ساتھ رانی پنگلا کی رنگ رلیاں آخر کار رنگ لائیں۔ اس سے بھرتری جی کے دل پر جو چوٹ لگی۔ اس نے انہیں دفعتہً ترکِ دُنیا پر آمادہ کر دیا۔ اور وہ ویراگی ہو گئے۔ اور ان کی تمام زندگی کا نچوڑ آخر کار بھرتری ہری شتک کی شکل میں دُنیا کے سامنے آیا۔

بھرتری ہری جی کی عبرت خیز زندگی کا اثر ان کی شتک پڑھنے والوں پر بھی بعض مرتبہ اتنی شدّت سے پڑا ہے کہ ان میں سے اکثر نے دنیا سے مُنہ موڑ کر ویراگ اختیار کر لیا۔

میرے پاس ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ سرورق کی عدم موجودگی میں یہ پتہ نہیں ملتا کہ اس کا سال اشاعت کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۲۰۳ پر یہ عبارت درج ہے۔

Bhartri Hari, Indian Poet VII century A.D whose famous sayings have been translated into western languaguages,

یعنی" بھرتری ہری۔ ہندوستانی شاعر۔ بزمانہ ساتویں صدی بعد مسیح جن کے اقوال کا ترجمہ مغربی زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔"

ہری داس ویدجی نے اپنی تصنیف میں بھرتری ہری کا زمانۂ وجود دو ہزار برس پیشتر بتایا ہے لیکن ساتھ ہی وہ اس کے بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں لکھتے۔ انہیں خود شک ہے۔ کہ بھرتری ہری کا یہ زمانۂ وجود حقیقت پر مبنی ہے۔ یا محض روایت کی اُپج ہے۔ رانی پنگلا کی فریب کاری کے متعلق بھی بعضوں کو شبہ ہے کہ یہ من گھڑت کہانی ہے۔ جتنا فرق کالی داس کے زمانۂ وجود کے تعیّن میں پایا جاتا ہے۔ اتنا ہی فرق بھرتری ہری کے زمانۂ وجود کے تعیّن میں بھی نظر آتا ہے لیکن اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بہر حال بھرتری ہری وکرمادتیہ کے تاریخی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ وہ زمانہ پیدائش مسیح سے دو ہزار سال قبل کا زمانہ ہے۔ خواہ اس کے سات سو برس بعد کا زمانہ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بھرتری ہری کالی داس کے ہم عصر تھے کیونکہ کالی داس مہاراجا وکرمادتیہ کے نورتنوں میں تھے۔

اُجین (مالوہ) کا تخت حکومت بھرتری ہری کے ویراگ لینے کے بعد وکرمادتیہ کے ہی حصّے میں آیا۔ اسی زمانے میں وکرمی سمبت کی بِنا بھی پڑی۔

'بھرتری ہری شتک' کے ترجمے متعدد یوروپین زبانوں میں ہوئے ہیں۔ ہندی میں بھی اس کے کئی ترجمے ہیں۔ سب سے اہم ترجمہ ہری داس جی ویدکا ہے، جو انہوں نے بڑی محنت سے کیا ہے اور جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ میرے پاس ایک ترجمہ متھرا کا چھپا ہوا ہے۔ اس میں مترجم کا نام درج نہیں ہے۔ یہ دونوں ترجمے نثر میں ہیں۔ اُردو زبان کو بھی اِس عظیم تصنیف کے ترجمے سے محروم نہیں رہنا چاہئے تھا۔ میرا خیال ہے کہ مشہور قوم پرست لالہ لال چند فلک (جو میرے والد ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد اُفقؔ کے شاگرد ہیں)، نے بھرتری ہری شتک' کا ایک ترجمہ مدّت ہوئی اُردو میں کیا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر مدّتوں نظر سے گزرتا رہا۔ جو بھرتری جی کے ایک خیال کا عکس ہے ؎

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اس کے بعد چودھری جے کرشن ایم۔ اے حبیب (حال ریٹائرڈ کمشنر جبلپور)

کا ایک ترجمہ نظر سے گزرا۔ یہ ترجمہ نثر میں ہے۔ اور چودھری صاحب کی دوسری تصانیف کی طرح صاف ستھرا ہے۔ اس کی زبان بھی بڑی دل نشین ہے تمام مطالب بڑی خوبی کے ساتھ اُردو نثر میں ادا کئے گئے ہیں۔ کبھی کبھی قبلہ پروفیسر تلوک چند محرومؔ نے بھی بھرتری ہری شتک کے مطالب کو اُردو شعر کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ مگر انہوں نے شاید تمام و کمال کتاب کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ محروم صاحب بھی بڑے اچھے ترجمانِ ادب ہیں۔ اور انہوں نے مجھ سے بیسیوں برس پہلے دوسری زبانوں کے مختلف ادب کو اُردو کا شعری جامہ پہنایا ہے۔

لیکن بھرتری ہری شتک، ایسے عجیب روزگار نسخے کا اُردو شعر میں بھی مکمّل ترجمہ ہونا چاہئے تھا۔ آج سے تقریباً ۲۵۔۳۰ سال پہلے مجھے خیال ہُوا تھا کہ میں خود اس تصنیف کا ترجمہ اردو کی شعری دُنیا میں پیش کروں۔ لیکن دوسری مصرُوفیات کے باعث اس طرف کوئی خاص توجہ نہ دے سکا۔ اور یہ ترجمہ میرے احاطہ شوق سے عملی طور پر باہر ہی رہا۔ سب جانتے ہیں میری تمام عمر دوسری زبانوں کے کلاسیکل لٹریچر کو اُردو میں منتقل کرنے کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ اور خوش قسمتی سے میرے تراجم ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں مقبول بھی ہوئے ہیں۔ بعضوں کو درجہ اسناد

بھی مِل چُکا ہے۔

میرے بھگوت گیتا۔ کمار سمبھو۔ مدرا راکھشس۔ دھمپد۔ چارودت سوامی شنکراچاریہ کی چرپٹ منجریک اور برشوترتی۔ دُرگا۔ سپت رشی اور گمیت گووند کے تراجم منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ خواجہ حافظ کے کئی سو منتخب اشعار کا ترجمہ "وجدان حافظ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اب میرا جرمن فلاسفر اور شاعر گیٹے کی فاؤسٹ کا منظوم ترجمہ پاکستان سے شائع ہو رہا ہے میں تو یہ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے سنسکرت۔ فارسی یا انگریزی زبان پر ملکہ ہے لیکن کچھ اصل۔ اور کچھ اس کے تراجم کی مدد سے میں نے سب ترجمے اُردو کی ادبی دُنیا میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے میرا والمیک رامائن کا ترجمہ ۱۹۳۱ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ کئی تراجم مثلاً تلسی داس کی 'بنے تیر' کا ترجمہ سنسکرت ڈرامے۔ چارُودت اور کئی سو فارسی اشعار اور انگریزی نظموں کے تراجم بھی کئے ہیں۔ کچھ حصّہ انجیل مقدّس اور کچھ حصّہ قرآن شریف کا بھی اُردو شاعری میں منتقل کیا ہے۔ اس زمانے میں بھی رنگ ناگ کی کند مالا۔ کالی داس کی مالوِکاگن مترا اور بھوبھوتی کے مالتی مادھو کے تراجم میں مصروف ہوں۔ امریکن محکمہ اطلاعات کی فرمائش

سے بھی تین کتابوں کا ترجمہ "لنکن نے کہا" "ذرّے سے آفتاب" اور "ایلبرز روز ویلیٹ" کے ناموں سے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری زبانوں کے اور نہ جانے کتنے لٹریچر کو نظم یا نثر میں منتقل کیا ہے۔ اِس سلسلہ میں میرے دو تراجم اور بھی قابلِ ذکر ہیں یعنی گیتانجلی اور سی آر داس مرحوم کی "ساگر سنگیت" کا نثری ترجمہ۔ اوّل الذکر ترجمہ مشورہ بک ڈپو۔ اور دوسرا آدرش کتاب گھر سے شائع ہو چکا ہے۔ گیتانجلی کا منظوم ترجمہ ابھی محتاجِ اشاعت ہے۔

اِن ترجموں کا ذکر کرنے سے خود نمائی مقصود نہیں ہے صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ میری تمام عمر دُوسری زبانوں کے ادب کی ترجمانی میں گزری ہے۔ اِس لئے اس کی مشکلات۔ اس کی نزاکتوں اور اس کے تمام نشیب و فراز سے کماحقہ واقف ہوں۔ جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ ترجمے کا کام تصنیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ دوسروں کے خیالوں کو اپنی زبان میں ادا کرنا۔ اور اس طرح ادا کرنا کہ اصل سے کہیں دُور نہ ہو جائے آسان کام تو واقعی نہیں ہے لیکن مشق اور محنت سے یہ دُشوار گزار مہم سہل ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں اور بھی کئی بڑے مترجم ہیں جنہوں نے دوسری زبانوں کے ادب کو اُردو میں اپنے ترجموں کے ذریعے روشناس کرایا ہے۔

دراصل دوسری زبانوں کے ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرنا بھی اپنی زبان کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ جتنے مترجم ہیں، ان کو زبان و ادب کا محسنِ عظیم سمجھنا چاہئے بعض تنگ بین حضرات تصنیف کے بمقابلہ ترجمے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں ان کی رائے سے قطعاً متفق نہیں۔ ان حضرات کو ترجمے کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر دُنیا میں فنِ ترجمانی کا وجود نہ ہوتا۔ تو دُنیا کی مختلف اقوام و ملل ایک دوسرے کے ادب سے بیگانہ رہتیں۔ اہلِ یوروپ نے دنیا کی کسی زبان کے ادب کو فخرِ ترجمانی سے محروم نہیں رکھا۔ ترجموں کے بغیر نہ ہم دوسروں کے زبان، ادب اور تہذیب و تمدن سے واقف ہوتے۔ نہ دوسروں کو ہماری ادبی و لسانی تکمیلات کا علم ہوتا۔

بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ترجمے کی افادیت اور اہمیت سے ناآشنا طبقہ کے احساسِ برتری (بہ الفاظ دیگر احساسِ کمتری) کے باوجود دوسری زبانوں کے ادب کی ترجمانی سے لگن رکھنے والے اپنا کام برابر کئے جاتے ہیں میں تو انہیں زبان و ادب کا سچّا محسن سمجھتا ہوں اور انہیں محسنوں میں ایک شخصیت حضرت ساحر سنامی کی ہے جنہوں نے بھرتری ہری شتک کا منظوم ترجمہ دنیائے ادب میں پیش کیا ہے۔

دراصل ساحر سنامی کا یہ بڑا احسان ہے کہ وہ اردو والوں کو بھرتری

ہری کے ادب سے مکمّل طور پر رُوشناس کرا رہے ہیں۔ ان کا ترجمہ کہاں تک اصل سے مطابق ہے۔ اور زبان و بیان کے تقاضے اس سے کہاں تک پُورے ہوتے ہیں۔ اس کا اندازہ ترجمے کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ پھر بھی اس کے کچھ نمونے پیش کرنا شاید نامناسب نہ ہو۔ مترجم جب تک مصنّف کی صحیح سپرٹ کو سمجھ نہ لے اور خود زبان و بیان پر قادر نہ ہو۔ اس کے لئے اپنی کوشش میں کامیاب ہونا کارے دارد۔ لیکن ساحر صاحب نے بھرتری ہری کی سپرٹ کو بھی سمجھا ہے اور انہیں زبان و بیان پر بھی قدرت ہے۔ اس لئے میرے خیال میں وہ اِس کوشش میں بدرجۂ اُتم کامیاب ہوئے ہیں جس کے لئے وہ تمام اُردو دُنیا کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور میں ان کو اِس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

میرے پاس ساحر صاحب کے ترجمے کا وُہ حِصّہ ہے جو ویراگیہ شتک پر مشتمل ہے۔ میں اس کے کچھ شلوکوں کا ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

(१) दिक्कालाद्यनवच्छिन्नानन्तचिन्मात्र मूर्तये ।
स्वानुभूत्येकसाराय नमः शान्ताय तेजसे ॥१॥

نثری ترجمہ۔ میں اس قادرِ مطلق کو سجدہ کرتا ہوں جو دسوں اطراف اور تینوں زمانوں وغیرہ میں مکمّل طور پر سائر و دائر لا انتہا اور باشعُور ہے۔

جس کی معرفت محض اشراق کا ذریعہ ہوتی ہے جو سکونِ مطلق ہے اور جو جلالِ مجسّم ہے۔

ساحرؔ صاحب کہتے ہیں ـــــ

اے، کہ تیری ذات ہے موجود دس اطراف میں
اے، کہ تیری ذات لامحدود ہے اوصاف میں
حال، ماضی اور مستقبل میں تو موجود ہے
جسم میں تو، جان میں تو، دل میں تو موجود ہے
ہم کو تیرا علم ہوتا ہے فقط اِحساس سے
تو ہے پوشیدہ مگر چشمِ عوام الناس سے
تو مجسّم نور ہے لازم ہے تیرا احترام
سینکڑوں سجدے تری خدمت میں لاکھوں ہی سلام

یہ ترجمہ تو ہے ہی لیکن تفسیر کا کام بھی کر رہا ہے۔ اگرچہ شعری ضروریات کے تحت شاعر نے اپنی طرف سے اضافے کئے ہیں لیکن وہ اضافے بے سود نہیں۔ تینوں زمانوں کی تشریح حال۔ ماضی اور مستقبل کہہ کر کر دی ہے۔ وجودِ مکمّل کی تشریح کے لئے کتنا پھیلاؤ دے دیا ہے۔ یعنی

جسم میں تو۔ جان میں تو۔ دِل میں تو موجود ہے

مترجم کو اپنی طرف سے کچھ اضافے قافئے اور ردیف کی پابندی کے باعث اور بھی کرنا پڑتے ہیں۔ میں تو قافیہ اور ردیف اور خاص طور پر قافیہ کے بغیر شاعری کو ایک اُجڑا ہُوا چمن سمجھتا ہوں۔ قافیہ اور ردیف تو شعر کی دلہن کے لئے سہاگ کی علامت ہیں۔ ان کا سنگار ہیں۔

(२) यां चिन्तयामि सततं मयि सा विरक्ता।
साप्यन्यमिच्छति जनं स जनोऽन्यसक्तः॥
अस्मत्कृते च परितुष्यति काचिदन्या।
धिक्तां च तं च मदनं च इमां च मां च॥२॥

جس محبُوبہ کو مَیں ہمیشہ جان سے بھی زیادہ عزیز مانتا رہا ہُوں وُہ مجھ سے کنارہ کش ہو کر کسی دوسرے مرد کی طرف رجُوع ہے۔ اور وُہ دوسرا مرد کسی اور نازنین پر عاشق ہے اور اس کی معشوقہ خود میری دلدادہ ہے۔ اِس لئے زوف ہے میری اس محبُوبہ پر جس کا دل کسی دُوسرے مرد پر آیا ہُوا ہے۔ زوف ہے اس مرد پر جو ایسی نازنین سے وابستہ ہو کر بھی کسی اور عورت سے آشنائی رکھتا ہے۔ زوف ہے اس کی آشنا پر جو میری طرف مائل ہے۔ زوف ہے مجھ پر۔ اور زوف ہے شہوت پرستی کے جذبے پر۔

ساحر صاحب نے ترجمہ کیا ہے ————

چاہتا ہوں مَیں جسے وُہ غیر کی اُلفت میں ہے

اَور پھر وُہ غیر خود اِک اور کی حسرت میں ہے

غیر جس کو چاہتا ہے، چاہتی ہے وُہ مجھے

آگ یہ وہ ہے، جو بجھ سکتی نہیں تدبیر سے

اِس لئے لعنت ہے اس معشوقۂ طنّاز پر

چھوڑ کر مجھ کو مرے جو غیر کے انداز پر

اُس پہ لعنت ہے نہ چاہے چاہنے والی کو جو

چھوڑ کر اس کو وہ مائل دوسری عورت پہ ہو

اور اس عورت پہ لعنت چاہتی ہے جو مجھے

اور لعنت مجھ پہ جو رکھتا ہے اُلفت اور سے

سب سے بڑھ کر لعنت اُس پر نفس جس کا نام ہے

ایسی طرزِ عشق اسی کے "تابعِ احکام ہے

ترجمے میں، کافی زور ہے۔ اور آخری شعر میں تو ساحر صاحب نے کُل مفہوم کا خلاصہ کر کے رکھ دیا ہے۔

بعد کے تین اشلوکوں کا ترجمہ بڑا نازک ہے۔

(३) अज्ञः सुखमाराध्यः सुखतरमाराध्यते विशेषज्ञः ।
ज्ञानलवदुर्विदग्धं ब्रह्मापि च तं नरं न रंजयति ॥२॥

مگرمچھ کی داڑھوں سے ہیرے کا نکالنا سہل ہے۔ تیز اور رواں لہروں کے تلاطم میں ہر وقت چنچل سمندر کو تیر کر عبور کرنا ممکن ہے۔ غصے سے بھرے ہوئے سانپ کو سر پر پھول کی طرح بٹھا لینا بھی کوئی مشکل نہیں ہے لیکن جاہل کا دل جب پر آجائے اس کو اس طرف سے ہٹانا کسی بھی حالت میں ممکن نہیں۔

ساحر صاحب ——

زورِ بازو سے مگرمچھ کو گرا سکتے ہیں ہم
اس کے مُنہ میں ہو اگر گوہر تو لا سکتے ہیں ہم
تند موجوں اور بے پایاں سمندر کو بھی ہم
پار کر جاتے ہیں بے خوف و خطر بے رنج و غم
افعی خوں خوار کو بھی ایک مردِ ہوشیار
ڈال سکتا ہے گلے میں جان کر پھولوں کا ہار
نقش ہو جائے مگر جاہل کے دِل میں جو خیال
لاکھ کوشش سے بھی مِٹنا اس کا ہوتا ہے محال

اِس اشلوک کا ترجمہ اگرچہ لفظاً قدرے اصل سے دُور ہے لیکن معناً اس کی ترجمانی کافی واضح طور پر کی گئی ہے۔

(४) प्रसह्य मणिमुद्धरेन्मकरवक्त्रदंष्ट्रान्तरा-
त्समुद्रमपि संतरेत्प्रचलदूर्मिमालाकुलम् ॥
भुजङ्गमपि कोपितं शिरसि पुष्पवद्धारयेत् ।
न तु प्रतिनिविष्ट मूर्ख जन चित्तमाराधयेत् ॥४॥

محنت کے ساتھ کولھو پیلنے سے ریت سے تیل نکالا جا سکتا ہے سراب سے پیاسے کی تشنگی دُور ہو سکتی ہے۔ تلاش کرنے سے گدھے کا سینگ بھی دستیاب ہو سکتا ہے لیکن جاہل کی طبیعت جس طرف مائل ہو جائے اس طرف سے اس کی توجہ ہٹانا ناممکن ہے۔

ساحر صاحب ——————

آگ کا پانی سے باہم میل ناممکن نہیں
ریت سے کوئی نکالے تیل ناممکن نہیں
ہر سرابِ خشک بن سکتا ہے چشمہ آب کا
سینگ ہو جائیں گدھے کے سر پر شاید رُونما
جو بُرائی ہو کسی جاہل کے دِل میں جاگزیں
اس بُرائی کی کبھی اِصلاح ہو سکتی نہیں

اِس اشلوک میں بھی لفظی ترجمے پر معنوی ترجمے کو ترجیح دی گئی ہے۔ مفہوم صاف طور پر واضح ہے۔ مترجم نے جو اضافہ کیا ہے۔ اس سے

ترجمے میں زور ہی پیدا ہوا ہے، کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

(५) लभेत सिकतासु तैलमपि यत्नतः पीडयन् ।
पिबेच्च मृगतृष्णिकासु सलिलं पिपासार्दितः ॥
कदाचिदपि पर्यटञ्छशविषाण मास दयेन्न ।
तु प्रतिनि विष्ट मूर्खजनचित्तमाराधयेत् ॥५॥

ایسا شخص ہاتھی کو کنول کی ڈنڈی سے قید کرنا چاہتا ہے سِرس کے پھول کی پنکھڑی سے ہیرے کو بیدنا چاہتا ہے۔ شہد کے ایک قطرے سے کھاری سمندر کو میٹھا بنانا چاہتا ہے اور بدخصلتوں کو امرت کی طرح شیریں اور صاف گفتگو سے راہ نیک پر چلانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔

ساحر

جو بشر جاہل کو لانا چاہتا ہے راہ پر
وعظ کرتا ہے اسے حکمت کا دفتر کھول کر
اس کی یہ خواہش ہے ایسی جس طرح کوئی بشر
مطمئن ہو شاخِ گُل سے مست ہاتھی باندھ کر
یا وہ پانی بحر کا شیریں بنانے کے لئے
سادگی سے، شہد کی اِک بُوند اس میں ڈال دے
یا کمالِ سادگی سے دل میں یہ خواہش کرے

پھول کی پتّی سے ہیرے کا کلیجا کاٹ دے

اقبال کے اِس شعر میں اس اشلوک کا جزوی مفہوم ادا کیا گیا ہے ؎

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اِس اشلوک کا مفہوم بھی اصل کے قریب ہے۔ اگرچہ اصل اشلوک کے اجزائے ترکیبی سے ترجمے کے اجزائے ترکیبی کی ترتیب مختلف ہو گئی ہے لیکن اِس قُرب و بُعد کے اِس فرق سے اظہارِ مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اگرچہ ان چند نمونوں سے پُورے ترجمے کے محاسن کا اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن مجھے اُمید ہے کہ پُورا ترجمہ میری توقعات کے مطابق ہی ہوگا۔ زبان سلیس اور بامحاورہ ہے۔ بیان میں روانی اور زور ہے۔

بھرتری ہری شتک کے اپنے اس مکمّل منظوم ترجمے کے ذریعے ساحر سُنامی صاحب کو اُردو ادب میں ایک ممتاز مقام حاصل ہونا چاہیے۔ اور میں دست بہ دُعا ہوں کہ ملک ان کی اِس جانفشانی اور جانکاہی کی کافی قدر کرے۔

۲۱ ر اپریل سنہ ۱۹۶۵ء بشیشور پرشاد منوّر

عقیدت کے پھُول

مہاراج بھرتری ہری کی رُوحِ مقدّس کی نذر

(از ساحر سامی)

بھرتری راج رشی! نُورِ ضیا کے مینار
غور سے تیرے سب اقوال پڑھے ہیں مَیں نے
تیرے ہی گلشنِ رنگیں کے حسیں گوشوں سے
نذر کرنے کے لئے پھُول چُنے ہیں میں نے

دو زبانوں میں بڑے غور بڑے فِکر کے ساتھ
تیرے اقوال کو سَو بار پڑھا ہے میں نے
ان کی گہرائی میں اُترا ہوں سہارا لے کر
پھر کہیں جا کے انہیں نظم کیا ہے میں نے

اِس پہ بھی مجھ کو ہے اقرار کھُلے لفظوں میں
تیری پرواز کے انداز کو میں پا نہ سکا
ہاں مگر کوئی کمی میری عقیدت میں نہیں
بخش دے کاش! تری رُوح مری سہو و خطا

تو نے ہر بات کہی ایک نرالے ڈھب سے
تلخیوں میں بھی ملا دی ہے حلاوت تو نے
تیرے اقوال کے چرچے ہیں زمانے بھر میں
پائی ہر رنگ میں ہر دَور میں شہرت تو نے

گلشنِ زیست کے ہر رنگ کا جلوہ دیکھا
اور پھر اس کو دکھایا ہے نرالے ڈھب سے
تیری تحریر کا اعجاز ہے سب کو تسلیم
تو نے سَہ رنگ دکھائے ہیں یہ پہلے سب سے

تیری "نیتی" ہے زمانے میں یقیناً افضل
اور "شنگار" کے رس میں ہے بلا کا جادُو
تیرے "ویراگ" کا ہر رنگ انوکھا دیکھا
تیری ہر بات میں 'سَو بات' ہزاروں پہلو

تیرے پھُولوں میں ہے سَو رس تو ہزاروں جادو
ان کی خوشبُو سے معطّر ہے زمانے کا دماغ
پُوجتا ہے ترے پھُولوں کو زمانہ اب بھی
آج بھی جلتا ہے ہر بزم میں تیرا ہی چراغ

نقشِ جاوید بنی بات جو تو نے لِکھ دی
تیری باتوں میں صداقت بھی ہے دلداری بھی
جس نے پرکھا انہیں وہ بندۂ بے دام بنا
ان میں تاثیر بھی ہے ان میں فسُوں کاری بھی

فیض جو تیری بہاروں سے ہُوا تھا فیضیؔ
اور گُل چیں تھا ترے باغِ سخن کا اقبالؔ
مہرؔ و چکبستؔ و نظرؔ کو بھی نوازا تو نے
ہر سخنور کو مِلا تیرے تخیّل سے کمال

تیرے شعروں ہی سے ساحرؔ میں یہ سحر آیا ہے
اس کے انداز میں یہ بات کہاں تھی پہلے
یہ ترا فیض و کرم ہے یہ تری رحمت ہے
اُس کے شعروں میں کرامات کہاں تھی پہلے

تیرے آئینۂ افکار کی گاہے گاہے
پیش کرتے تو رہے لوگ جھلک اُردو میں
تیرے وردان تری چشم کرم کے صدقے
منتقل مَیں نے کئے تینوں شتک اُردو میں

بخش دے تو مرے اندازِ سخن کو اِعجاز
بھر دے اس دولتِ نایاب سے دامن میرا
جس طرح ہو گئے جاوید سب اشلوک ترے
مہکے ایسے ہی ہر اِک دَور میں گلشن میرا

پھول یہ بادِ مخالف سے نہ مُرجھائیں کبھی
اور ناقدریٔ عالم کا نہ ہو جاؤں شکار
ان کی خوشبو سے ہوں مسحور زمانے والے
ہو ہر اک دَور میں فردوسِ نظر ان کی بہار

نیتی شتک

شانتی رس، شِنگار رس، ویراگ رس کا ترجمہ
آگیا ہے آج اربابِ نظر کے سامنے
شاعری کا سحر ہے یا ہے بزرگوں کی یہ دین
ذرّۂ ناچیز ہے شمس و قمر کے سامنے

ساحر سنامی

نیتی شتک

(پرارتھنا)

شلوک

۱؎ اے کہ تیری ذات ہے موجود دس اطراف میں

اے کہ تیری ذات لامحدود ہے اوصاف میں

حال، ماضی اور مستقبل میں تو موجود ہے

جسم میں تو۔ جان میں تو۔ دل میں تو موجود ہے

ہم کو تیرا علم ہوتا ہے فقط احساس سے

تو ہے پوشیدہ مگر چشمِ عوام الناس سے

تو مجسّم نور ہے واجب ہے تیرا احترام

سینکڑوں سجدے تری خدمت میں لاکھوں ہی سلام

۱؎ عام لوگ۔

جاہلوں کا بیان

شلوک
۲؍ چاہتا ہوں مَیں جسے وہ غیر کی اُلفت میں ہے
اور پھر وہ غیر خود اِک اور کی حسرت میں ہے
غیر جس کو چاہتا ہے، چاہتی ہے وہ مجھے
آگ یہ وہ ہے جو بجھ سکتی نہیں تدبیر سے
اِس لئے لعنت ہے اُس معشوقۂ طنّاز پر
چھوڑ کر مجھ کو مرے، جو غیر کے انداز پر
اُس پہ لعنت ہے نہ چاہے چاہنے والی کو جو
چھوڑ کر اُس کو وہ مائل دوسری عورت پہ ہو

بقیہ شرح

اور اُس عورت پہ لعنت، چاہتی ہے جو مجھے
اور لعنت مجھ پہ جو رکھتا ہوں اُلفت اور سے
سب سے بڑھ کر لعنت اُس پر نفس جس کا نام ہے
ایسی طرزِ عشق اُسی کے تابعِ احکام ہے

شلوک ۱۲
۲۷ بے خرد انساں کو راہِ راست پر لانا ہے سہل
اور عاقل کا بھی اس رستے پر آجانا ہے سہل
لیکن اس دُنیا میں جو ہوتا ہے جاہل آدمی
لا نہیں سکتا اسے برہما بھی رستے پر کبھی
۲۸ زورِ بازو سے مگر مچھ کو گرا سکتے ہیں ہم
اس کے مُنہ میں ہو اگر گوہر تو لا سکتے ہیں ہم

۱ بے عقل

نہنگ موجوں اور بے پایاں سمندر کو بھی ہم
پار کر جاتے ہیں بے خوف و خطر بے رنج و غم
افعیٔ[1] خوں خوار کو بھی ایک مردِ ہوشیار
ڈال سکتا ہے گلے میں جان کر پھولوں کا ہار
نقش ہو جائے مگر جاہل کے دِل میں جو خیال
لاکھ کوشش سے بھی مِٹنا اس کا ہوتا ہے مُحال

شلوک ۵
آگ کا پانی سے باہم میل، ناممکن نہیں
ریت مٹھی کی اُگل دے تیل، ناممکن نہیں
ہر سرابِ[2] خشک بن سکتا ہے چشمہ آب کا
سینگ ہو جائیں گدھے کے سر پہ شاید رُونما

۱ـ کالا سانپ ۲ـ ریت جس پر پانی کا دھوکا ہو

جو بُرائی ہو کسی جاہل کے دِل میں جاگزیں[۱]

اُس بُرائی کی کبھی اِصلاح ہو سکتی نہیں

شلوک

جو بشر جاہل کو لانا چاہتا ہے راہ پر

وعظ[۲] کرتا ہے اُسے حکمت کے دفتر کھول کر

اُس کی یہ خواہش ہے ایسی جس طرح کوئی بشر

مطمئن ہو شاخِ گُل سے مست ہاتھی باندھ کر

یا وُہ پانی بحر کا شیریں بنانے کے لئے

سادگی سے اِس میں میٹھا رس ذرا سا ڈال دے

یا کمالِ سادگی سے دِل میں یہ خواہش کرے

پھُول کی پتّی سے ہیرے کا کلیجہ کٹ سکے

[۱] بسی ہوئی۔ [۲] نصیحت۔

شلوک

۷ خامُشی وُہ شے ہے خُود ہے جس پہ اپنا اِختیار

اور اس میں فائدے ہیں بے حساب و بے شمار

خامُشی ہی ظرفِ[1] کم عقلی کا اِک سرپوش[2] ہے

اور بزمِ ہوش منداں میں جوابِ ہوش ہے

۸ دِل پہ جب تک تھا جہالت کا نشہ چھایا ہوا

مست ہاتھی کی طرح مَیں مست تھا مدہوش تھا

تھا غرُور اپنی ہمہ دانی[3] کا دِل میں جاگزیں

مَیں سمجھتا تھا کوئی میرے برابر کا نہیں

ایک دِن جب عقلمندوں کی ہوئی صُحبت نصیب

پھر نہ آئی نخوتِ[4] علم و خرد میرے قریب

۱ برتن۔ ۲ ڈھکنا۔ ۳ سب کچھ جاننا۔ ۴ غرور

جہل کا پردہ اُٹھا، اپنی نظر سے گر گیا
ہو گیا تپ کی طرح کافور[1] میرا سب نشا

شلوک ۹ ایک کُتّے کو اگر مِل جائے اِک ہڈّی کہیں
کِرم[2] خوردہ اور گندی، گوشت بھی جس پر نہیں
ہو عفونت[3] اس میں اتنی چل نہ سکتی ہو زباں
ڈھونڈنے سے بھی نہ پائیں گوشت کا جس پر نشاں
جب چباتا ہے اسے وہ ایک نعمت جان کر
راجا اِندر سے بھی خطرہ اس کو آتا ہے نظر
بس اِسی صورت جو دِل میں بیٹھ جائے کوئی بات
جاہل انساں پا نہیں سکتا کبھی اس سے نجات

(۱) اُڑ گیا۔ (۲) کیڑے۔ (۳) بدبو

کچھ بھلائی یا برائی سے اسے مطلب نہیں
جانتا ہے وہ اسی کو حاصلِ دنیا و دیں

شلوک ۱۰۷
جس طرح شوجی کی پیشانی پہ گنگا پاک تر
سورگ سے آکر گری، آئی وہاں سے کوہ پر
کوہ سے میداں میں آئی اور پھر بہتی ہوئی
اوج اپنا چھوڑ کر بحرِ رواں تک آ گئی
دم بہ دم منزل بہ منزل جانبِ پستی چلی
شان اس کی، شوکت اس کی کم سے کم ہوتی گئی
اس طرح ہوتے ہیں جو اس دہر میں جاہل بشر
جانبِ پستی ہوا کرتا ہے ان کا بھی سفر

شلوک

۱۱ آگ ہو جاتی ہے ٹھنڈی اس پہ جب پانی گرے
دھوپ رک جاتی ہے جب انسان چھاتہ تان لے
تیز آنکس مست ہاتھی کو بھی کر لیتا ہے رام
لٹھ کے ڈر سے گاؤ خر سے لے لیا جاتا ہے کام
ہر مرض کی ہے دوا کوئی نہ کوئی کارگر
دور کر دیتے ہیں منتر زہرِ قاتل کا اثر
شاستر سے ہر مرض کا عین ممکن ہے علاج
غیر ممکن ہے کہ بدلے مردِ جاہل کا مزاج

۱۲ جو ہے لطفِ شعر و نغمہ سے سراسر بے خبر
وہ بشر ہے بالیقیں بے سینگ و بے دُم جانور

۱ بیل

گھاس تو کھائے نہ وہ اور اس پہ بھی زندہ رہے
اِس کو اُس کی خُوش نصیبی ہی سمجھنا چاہیئے

شلوک
۱۳ جو نہیں نیکی سے واقف راستی سے بہرہ ور
جِن کو راس آتے نہیں دانائی و عِلم و ہُنر
مادرِ[1] گیتی کے کندھوں پر وُہ بے شک بار ہیں
شکل انسانی ہے حیوانی مگر اطوار[2] ہیں

۱۴ لاکھ بہتر ہے کہ ہم صُحبت ہوں وحشی جانور
زندگی کرنی پڑے ساتھ اُن کے صحرا میں بسر
لیکن اِک جاہل کی صُحبت ہو نہ قسمت سے نصیب
لیں نہ جنّت بھی اگر ہو اس کی صُحبت سے نصیب

۱۔ دھرتی ماتا۔ ۲۔ طور طریقے

قدردانی اور بہادری کا بیان

شلوک ۱۵
ہو مطابق شاستر کے جن کی پاکیزہ زباں
ماہرِ تعلیم ہوں وہ اور مشہورِ زماں[1]
جس حکومت میں رہیں ایسے ہنرور بے نوا[2]
جہل و کم فہمی پہ ہے ایسی حکومت کی بِنا
بے زری[3] میں بھی سخن ور ہوتے ہیں عالی مقام
آسماں جھک جھک کے کرتا ہے انہیں ہر دم سلام
سردِ بازاری جواہر کو نہ کھوٹا کر سکی
ہاں مگر ناقدرداں کی اپنی قیمت گھٹ گئی

۱ زمانہ۔ ۲ بے زباں۔ ۳ غریبی

شلوک

۱۶ یہ ہے پوشیدہ خزانہ علم اِس کا نام ہے
عزّتِ اِنساں بڑھانا اس کا پہلا کام ہے
یہ خزانہ وہ ہے چوروں کا جسے کھٹکا نہیں
خرچ کرنے سے یہ بڑھتا ہے کبھی گھٹتا نہیں
اس کے گلشن میں خزاں کا دَور آسکتا نہیں
یہ وہ دولت ہے جسے کوئی چُرا سکتا نہیں
وقت کی رفتار بھی اس کو مٹا سکتی نہیں
رُوئے روشن پر سیاہی اس کے آسکتی نہیں
اے شہنشہ دیکھ نخوت سے نہ اُس سے پیش آ
ایسے قابل کا نہیں مدِّ مقابل[1] دُوسرا

[1] مقابلہ کرنے والا

شلوک

۱۷ یاد ہیں جن کو نجاتِ[1] دائمی تک کے عمل
ایسے داناؤں کے آگے تو تکبّر سے نہ چل
ان کو بس میں کر نہیں سکتی یہ دولت بالیقیں
پھول کی رگ سے تو ہاتھی بس میں آسکتا نہیں

۱۸ خالقِ[2] عالم اگر ناراض ہو کر ہنس سے
سیرِ دریا چھین لے اس سے کنول بن چھین لے
دودھ پانی چھانٹنا اس کا جو وصفِ خاص ہے
اس کو زائل کر نہیں سکتی جہاں کی کوئی شے

۱۹ گردنِ انساں میں ہو مالائے[3] مروارید بھی
صاف ستھرے جسم سے آتی ہو خوش بُو عطر کی

۱ موکش ۲ پرماتما ۳ موتیوں کی مالا

ایسی زیبائش سے کچھ انسان کی عزّت نہیں
اس میں عزت ہے کہ ہوں اوصاف اس کے دِلنشیں
ظاہری زیبائشیں ہیں دو گھڑی کے واسطے
نیک باتیں ہیں دوامِ[۱] زندگی کے واسطے

شلوک ۲۰ علم ہے انساں کا جوہر۔ اور ہے یہ لازوال
ہے یہی عیش و تجمّل۔ ہے یہی مال و منال
یہ ہے وہ اُستاد ناداری میں بھی ہے جو عزیز
درحقیقت دیوتاؤں سے بھی افضل[۲] ہے یہ چیز
علم کا دربارِ شاہی میں بھی ہوتا ہے وقار
مال و دولت کا وہاں ہوتا نہیں کچھ اِعتبار

۱ ہمیشہ۔ ۲ بہتر

عِلم سے بے بہرہ[1] جو انساں ہے وہ حیوان سا ہے

عِلم ہی سے قالبِ انسانیت میں جان ہے

قوّتِ برداشت ہو تو ہے زرہ بکتر وہی شلوک ۲۱

غصّہ غالب ہو تو دشمن سب سے بڑھکر ہے وہی

بھائی جب بھڑکے ہوئے ہوں آگ کی حاجت نہیں

دوستوں سے بڑھ کے کوئی داروئے صحّت نہیں

ہو کوئی بدخواہ تو پھر سانپ کی حاجت نہیں

عِلم کی دولت سے بڑھ کر کوئی بھی دولت نہیں

ہو اگر حاصل کمالِ شاعری انسان کو

بادشاہت کا اسے پھر کس لئے ارمان ، ہو

[1] ناواقف

شلوک

۲۲ فخرِ عالم ہے وہی انساں ہوں جس میں یہ صفات
سب عزیزوں آشناؤں سے کرے میٹھی ہی بات
دوسروں پہ رحم کھائے، جاہلوں سے ہو نفور[1]
میل درویشوں سے ہو دانا ہو راجہ کے حضور
راست گو[2] دانش وروں میں دشمنوں میں پُر غضب
عورتوں پر تو وہ غالب ہو، بڑوں میں با ادب
درحقیقت نیک انسانوں میں شامل ہے وہی
قدر پاتا ہے وہی عزّت کے قابل ہے وہی
۲۳ نیک صحبت سے پہنچتے ہیں بہت کچھ فائدے
دُور کج فہمی[3] کو رکھے، صدق[4] کو پیدا کرے

[1] نفرت کرنے والا [2] سچ بولنے والا [3] ٹیڑھا سوچنا [4] سچائی

عزّت و حُرمت بڑھائے ہر الم کو کم کرے
دِل کو راحت دے خوشی دے رنج و غم کو کم کرے
نیک نامی اور شُہرت کو بڑھائے ہر طرف
صُحبتِ نیکاں کو سمجھے باعثِ عزّ و شرف

شلوک ٢٤
ایسے شاعر جن کو حاصِل واقفیت ہو کمال
نورس[1] و سنگار و بیر و کرُنا سے بے قیل و قال
ہاسیہ ادبھت[2] بھیانک وبھتس ردر و شانتی
جانتے ہوں اِس طرح دُنیا ہو جس کو مانتی
جو سُخن ور نیک نامی کا یہاں حق دار ہے
اُس کو کچھ کھٹکا اجل کا ہے نہ ہے مرنے کا بھے

١ و ٢ رنگوں کے نام

شلوک

۲۵؂ بیوی باعصمت مِلے فرزند ہو نیکو خصال
خود بھی وہ فیّاض ہو، احباب ہوں صادق[1] مقال
صاف دِل ہوں سب اقارب[2] شکل بھی بے عیب ہو
صاحبِ عِلم و عمل ہو، زندگی بے عیب ہو
نعمتیں یہ جمع ہو جائیں اگر یک جا کہیں
اس بشر کی خوش نصیبی میں ذرا بھی شک نہیں

۲۶؂ جان جو رکھنا ہو اس کے قتل سے کرنا حذر[3]
جی نہ للچائے کبھی دولت پرائی دیکھ کر
بولنا سچ اور دینا مستحق لوگوں کو دان
غیر کی عورت کا ذِکر آئے تو رکھنا بند کان

[1] سچ بولنے والا [2] رشتہ دار [3] پرہیز

چھوڑ کر حرص و ہوس کرنا بزرگوں کا ادب
رحم کرنا ان پہ بھی ہے رحم کی جن کو طلب
شاستر کو مان کر کرنا ہدایت پر عمل!
ہیں نجاتِ آخری کی سب یہ راہیں بے خلل

شلوک ۲۷
خوفِ ناکامی سے ادنے درجے کے انساں کبھی
مطلقاً کرتے نہیں ہیں ابتدا بھی کام کی
درجۂ اوسط کے انساں کرتے ہیں جب کوئی کام
چھوڑ دیتے ہیں وہ ناکامی پہ اس کو ناتمام
درجۂ اعلےٰ کے بندے رکھتے ہیں ہمّت بلند
لاکھ ناکامی پہ بھی کرتے نہیں وہ کام بند

ہوتے ہیں وہ کامیابی سے بالآخر ہم کنار

چھوڑتے ہیں کام پُورا کر کے وہ عالی وقار

شلوک
۲۸ نیک دِل اِنسان پھیلاتے نہیں دستِ سوال

ہیچ ہے اُن کی نظر میں مال داروں کا جلال

کاٹتے ہیں زِندگی دِل کی صفائی سے وہ لوگ

مرتے دم تک بچتے رہتے ہیں بُرائی سے وہ لوگ

حوصلہ رکھتے ہیں قائم رنج میں آفات میں

اِن اُصولوں کی ہدایت کی ہے برہمانے اُنہیں

۲۹ گو نحیف و زار ہو بھوکا ہو بے طاقت ہو شیر

پھر بھی قُدرت نے بنایا ہے اسے ایسا دلیر

۱ ملنا

چاہتا ہے وہ کہ ہاتھی کو پکڑ کر کھا سکے
کر نہیں سکتا کبھی رغبت وہ سُوکھی گھاس سے

بس یہی باعث ہے کہتے ہیں جو یہ اہلِ جہاں
شیر سب سے بڑھ کے عالی حوصلہ ہے بے گماں[1]

شلوک ۳۰
شاد ہو جاتا ہے کُتّا پا کے ہڈّی خشک سی
اِس سے بجھ سکتی نہیں گو آگ اس کے پیٹ کی

شیر غم کرتا نہیں کچھ چھوڑ کر اپنا شکار
آدمی کو چاہیئے وہ شیر کا سیکھے شعار[2]

آ پڑے انسان پر آفت اگر کوئی کڑی
ہمّت و طاقت پہ رکھے وہ بھروسا ہر گھڑی

۱؎ بے شک وشبہ ۲؎ عادت

شلوک

۳۱؍ شیر و سگ کی عادتوں میں ہے نمایاں اِمتیاز

سر سے لیکر پاؤں تک کُتّا ہے تصویرِ نیاز

جو بھی دیدے اس کو ٹکڑا اس کے لیتا ہے قدم

دُم ہلا کر سر جُھکا کر لوٹتا ہے دم بہ دم

گوشت دے دو شیر کو تو اس کا ہے یہ قاعدہ

ڈالتا ہے قہر سے وہ دینے والے پر نگہ

ہر طرح دانائی و جرأت سے لیتا ہے وہ کام

اور ہمّت سے مہیّا کرتا ہے اپنا طعام

۳۲؍ جن کی پیدائش سے عظمت خانداں کی بڑھ سکے

نام عزّت اور شہرت خانداں کی بڑھ سکے

اَیسے اِنسانوں کی پَیدائِش مُبارک جانئے
بزمِ دُنیا کی یہ زیبائِش مُبارک جانئے
ورنہ ہونے کو یہاں ہوتے ہیں پَیدا سینکڑوں
زندگی پاتے ہیں مرنے پر دوبارا سینکڑوں

شلوک ۳۳ صُورتِ گُل نیک بندے ہیں یہاں دو قِسم کے
فصلِ گُل میں پھُول کھِلتے ہیں یہاں دو قِسم کے
ایک وُہ جو زیبِ سر ہونے کی عِزّت پا گئے
دُوسرے وہ جو بیاباں میں کھِلے مُرجھا گئے

۳۴ مُشتری۔ زہرہ۔ زُحل مرّیخ بُدھ تارے یہ سب
آسماں پر بے خطر رہتے ہیں روشن وقتِ شب

راکشسوں کا راجا جس کا ہے دلاور راہو نام
اِن ستاروں کی عداوت سے نہیں رکھتا وہ کام
ہاں اماوش اور پُورنماشی کے اوقات میں
آدباتا ہے مہ و خورشید کو دن رات میں
شلوک ۳۵/ شیش جی نے اپنے پھن پر رکھّے ہیں چودہ بھون
اَور کیشپ نے لیا ہے پیٹھ پر ان کا بدن
بحرِ بے پایاں[1] نے کیشپ سے سلوک اُیسا کیا
ان کو ٹھا ما موز کا دے کر فقط اِک آسرا
اُس سے کچھ اس کے سوا ہم نے کبھی جانا نہیں
ان بڑے لوگوں کی عظمت کا پتہ چلتا نہیں

[1] اتھاہ ساگر

شلوک

۳۶ راجہ اِندر جو نہایت سرکش و مغرور تھا
اس نے جب پھینکا بجر جو آگ تھا سر تا بہ پا
ہو گئے مَیناک جی اس سے ہلاک اچھا ہُوا
باپ کو چھوڑا مگر رنج و الم میں مبتلا
باپ تھا ان کا ہماچل جو بہُت مغموم تھا
یہ عمل مَیناک جی کا کِس قدر مذمُوم تھا
کُود کر ڈر سے سمندر میں بچالی اپنی جان
باپ کی تکلیف کا رکھا نہ اس نے کوئی دھیان
۳۷ لعل بے جاں ہے مگر غیرت ہے اُس میں اِس قدر
چھُوتی ہیں سُورج کی کِرنیں جسم کو اس کے اگر

شُعلے کی مانند جل اُٹھتا ہے از راہِ غضب[1]
جان کر کِرنوں کو وُہ سُورج کے پائے بے ادب
بس اسی صُورت سے غیرت مند انساں دہر میں
کِس طرح بے عِزّتی اپنی گوارا کر سکیں

شلوک ۳۸
شیر کم عُمری میں بھی حملے سے باز آتا نہیں
سامنے ہو مست ہاتھی بھی تو گھبراتا نہیں
درحقیقت سُورماؤں کی کرامت ہے یہی
ان کا شیوہ ہے یہی اور ان کی فِطرت ہے یہی
عُمر پر جوشِ شجاعت[2] کا نہیں کچھ اِنحصار
مرد بچپن ہی سے ہوتے ہیں شجاع و پختہ کار[3]

۱۔ غُصے سے ۔۔۔ ۔۔۔ ۳۔ ۔۔۔ کار

دولت وقناعت

۳۹ کچھ نہیں پروا جو بیڑا ڈوب جائے قوم کا
غم نہیں جو علم و فن ہو جائیں دنیا سے فنا
نیست و نابود ہو جائے خرد کا نام بھی
اور رکتا ہے تو رک جائے جہاں کا کام بھی
خواہ جرأت کا نہ کچھ نام و نشاں باقی رہے
ہاں مگر دولت زمانے میں ہمیں ملتی رہے
ہیچ ہیں علم و ہنر دنیا میں دولت کے بغیر
ہو اگر دولت تو سارے کام ہوتے ہیں بخیر

شلوک

تیز تر ہوں گو کسی انسان کے سارے حواس
رسم و رہ سے بھی ہو واقف زُود فہمی[1] بھی ہو پاس
ایک دولت کے نہ ہونے سے اسی اِنسان کی
ہوتی ہے حالت بدل کر اور سے کچھ اَور ہی
یہ صِفت دَولت کی ایسی ہے نہیں جس کا بدل
جب نہ ہو دولت تو سب باتوں میں آتا ہے خلل!

۲۱ جو بشر زردار ہو کہتے ہیں سب اس کو شریف
عاقل و دانا سمجھتے رہتے ہیں اس کے حریف[2]
الغرض اس کا نتیجہ ہے یہی اے مہرباں
خُوبیاں دولت پہ ہیں موقوف ساری بے گُماں

---

[1] بات کو جلد سمجھ لینا [2] دُشمن

شلوک ۴۲

بادشہ کیا ہے اگر نا اہل[1] ہو اُس کا وزیر

ایک عابد[2] صحبتِ شاہاں میں ہوتا ہے حقیر

لاڈ سے بیٹا بگڑ جاتا ہے ہو کر بدچلن

علم سے عاری[3] ہو تو کس کام کا وہ برہمن

ہو اگر اولاد نالائق تو بے وہم و گماں

بے طرح ہوتا ہے رُسوا خانداں کا خانداں

صُحبتِ بد میں فنا ہوتی ہے رسمِ آشنی[4]

دوستی باقی نہیں رہتی نہ ہو جب عاجزی

ظُلم سے سارے عُروُج[5] و اوج ہوتے ہیں فنا

سُست ہو انساں تو ہو جاتا ہے زر کا خاتمہ

[1] نالائق [2] عبادت کرنے والا [3] خالی [4] دوستی [5] بلندی

شلوک

۴۳ صورتیں ہیں تین کرتی ہے جو دولت اختیار
اوّلاً خیرات پھر عیش و مسرّت کی بہار
تیسرا حال اس کی بربادی ہے بے وجہ و دلیل
جس میں ہو کر مبتلا انسان ہوتا ہے ذلیل
جب نہ ہو عشرت کا یا خیرات کا اس میں شعور
پھر مقدّر اس کا ہے بربادی و نکبت[1] ضرور
۴۴ اک تراشیدہ[2] گہر مردِ دلاور فتح مند
ایک ہاتھی ہو چکا ہو جوشِ مستی جس کا بند
موسمِ سرما میں ندی جو سمٹ کر رہ گئی
دوج کا جب چاند مدھم سی دکھائے چاندنی

۱ غریبی ۲ تراشا ہوا

ایسی عورت جو جوانی کے نشے میں چُور ہو

اور جس کا دِل ہجومِ شوق سے معمُور ہو

یا وُہ دانی دان دے کہ جو مفلس ہو گیا

الغرض اِس حال میں کمزور جو کوئی ہُوا

اس کی کمزوری بھی ہو جاتی ہے عزّت کا سبب

نیک نامی کا وسیلہ اُور شہرت کا سبب

شلوک ۴۵ جب ڈبو دیتی ہے اِنساں کو تہی دستی کی رَو

ڈھونڈتا ہے مفلسی میں سیر یا دو سیر جَو

جب اُسی اِنسان کو کر دیتی ہے قسمت امیر

اچھّی اچھّی نعمتوں کو وُہ سمجھتا ہے حقیر

۱؎ مفلسی

بس یہی دو حالتیں بندے کی ہیں جن کے سبب
اس کو ملتا ہے یہاں ادنیٰ و اعلیٰ کا لقب
جو سمٹ جاتی ہے اکثر بے زری کے دور میں
پھیل جاتی ہے وہی شے برتری کے دور میں

اے حکومت کے نشاں لیے تاجدارِ باصفا شلوک ۴۶
چاہتا ہے تو اگر گاوِ زمیں کو دوہنا
پرورش بچھڑے کی صورت کر رعایا کی مدام
جس سے دنیا تجھ کو سمجھے نیک طینت نیک نام
خوش رہی پرجا تو آجائیں گے دن آرام کے
یہ زمیں پھل پھول دے گی مختلف اقسام کے

شلوک

۴۷ اک طوائف کی طرح ہوتی ہے نیتی راج کی
سخت دل جھوٹی کبھی تو راست گو شیریں کبھی
ہے کبھی قاتل کبھی ہے رحم دل طامع کبھی
ہے کبھی رہ زن کبھی مہر و وفا کی مدعی
مختلف حالات میں ہوتی ہے بالکل مختلف
جس طرح گلزار میں ہوتے ہیں سب گل مختلف

۴۸ قدر دانی علم کی خیرات و عشرت کا خیال
برہمن کی پرورش اور اس کی خدمت کا خیال
جب تک انسانوں میں پیدا ہوں نہ یہ اچھے صفات
صحبتِ شاہاں بھی حاصل ہو تو ہے بے سود بات

شلوک

۴۹ بیش یا کم جو مُقدّر ہو چکا روزِ ازل
وُہ بہر صُورت مِلے گا بے تردّد بے خلل!
اپنی قِسمت سے زیادہ کچھُ نہ پاؤ گے کہیں
کانِ زر پر بھی پہنچ جاؤ تو کچھُ حاصِل نہیں
آئے گا پانی بقدرِ ظرف ہی ہر راہ سے
تم گھڑا چاہے سمندر سے بھرو یا چاہ سے
ہے قناعت کا یہی مقصد کبھی چھوڑو نہ جی
اہل زر کے سامنے دامن نہ پھیلاؤ کبھی
۵۰ کہہ رہا ہے ابر سے یوں اِک پپیہا بے زباں
میری ہستی کا سہارا ایک تو ہے بے گمُاں

۱ برتن

تُو ہے دریا دِل سخی۔ فیّاض۔ سرتاپا کرم
پھر ہے کیوں دستِ طلب کا مُنتظر اے محترم

شلوک ۵۱ اے پپیہے یاد رکھ نکتے کہ ہیں یہ کام کے
ابر ہوتے ہیں فلک پر مختلف اقسام کے
ایک وہ ہیں جو گرجتے ہیں برس سکتے نہیں
ایک جو بارش سے بھر دیتے ہیں دامانِ زمیں
ہاں فقط اِک ابرِ نیساں[1] ہے گہربار و سخی
چاہئے تجھ کو اُسی کے سامنے ہو ملتجی[2]

---

[1] فصل بہار کا مینہ [2] اِلتجا کرنے والا

بدوں کی خصلتیں

شلوک ۵۳ ہر گھڑی مغرور رہنا بے سبب کرنا فساد

اور رکھنا دل میں ہر دم کینہ و بُغض و عناد

یا بُری نیت۔ پرائی زن۔ پرائے مال پر

تلملانا دوستوں کے بے ضرر اقوال پر

ہے یہی عادت بُرے لوگوں کی خصلت ہے یہی

ان کا شیوہ ہے یہی اور ان کی طینت ہے یہی

۵۴ مردِ بد خصلت ہنر کا۔ علم کا حامل بھی ہو

قابلِ نفرت ہے پھر بھی لاکھ وہ کامل بھی ہو

بیش قیمت لعل کو رکھتا ہے مارِ پُرخطر[۱]

اِس پہ بھی اس سے حذر کرتے ہیں جو ہیں دیدہ ور[۲]

شلوک ۵۴

باحیا اِنسان کو دیتے ہیں بُزدل کا خطاب

روزہ داروں کو سمجھتے ہیں حریصِ بے حساب

پاک باطن کی صداقت کو بناوٹ کہتے ہیں

جو بہادر ہو اسے بے رحم کہتے رہتے ہیں

سیدھے سادھے آدمی کو کہتے ہیں بے عقل و بد

اُور ہر شیریں سُخن پر ان کو ہوتا ہے حسد

رُعب دار انسان کا مغرور رکھتے ہیں لقب

جو فصیح القول[۳] ہو کہتے ہیں بکی[۴] اس کو سب

۱ خطرناک سانپ ۲ عقل مند ۳ اچھا بولنے والا ۴ بکواس کرنیوالا

مستقلِ جس کی طبیعت ہو اسے کہتے ہیں سُست
یوں غلط الزام دیتے ہیں وہ ہر وقت چُست
مردِ بد خصلت کا دُنیا میں بھی ایمان ہے
مردِ بد خصلت کی دُنیا میں بھی پہچان ہے

شلوک ۵۵
کیا ضرورت اور عیبوں کی حریصِ انسان کو
ایک غمازی[1] ہے کافی اور لعنت ہو نہ ہو
راست گو کے واسطے کوئی عبادت کیا ضرور
دِل اگر ہو صاف تیرتھ[2] کی زیارت کیا ضرور
نیک اِنساں کو نہیں رہتی محبّت کی کمی
نیک ناموں کو نہیں ہوتی ہے شہرت کی کمی

۱۔ چغلی کرنا ۲۔ [illegible]

جو ہو عالم اُس کو دولت کی ہَوس ہوتی نہیں
اور بدنامی کا دھبہ مَوت بھی دھوتی نہیں

شلوک ۵۶
سات چیزیں ہیں کھٹکتی ہیں جو دِل میں مثلِ خار
بے اثر بے سُود سمجھے ان کو مردِ ہوشیار
چاند دِن کے وقت عَورت کوئی جوبن کے بغیر
سطح چشمے کی کنول کے رُوئے روشن کے بغیر
وُہ حسین و خُوب رُو جو عقل سے محرُوم ہو
ایسا دَولت مند جو حَد سے زیادہ شُوم ہو
کوئی نیک اِنساں جو بے حد مُفلس و نادار ہو
ایسا درباری جو بدگو بر سرِ دربار ہو

دیدہ ور[1] کی رائے میں ان کی حقیقت کچھ نہیں
ان کی قیمت کچھ نہیں ہے! ان کی وقعت کچھ نہیں

شلوک ۵۷ پیکرِ غیظ و غضب ہوتا ہے جو بھی شہریار
ہو نہیں سکتا کبھی اس کا کوئی خدمت گزار
جس طرح بہرِ عبادت کوئی کرتا ہو ہون
آگ چھو جائے تو پھنک جاتا ہے اس سے تن بدن

۵۸ جو رہے خاموش گونگا اس کو کہہ دیتے ہیں وہ
بولنے والے کو بکواسی سمجھ لیتے ہیں وہ
بے حیا کہتے ہیں اس کو جو کوئی رہتا ہو پاس
دور ہو تو بے مروت کہتے ہیں یا ناشناس

[1] عقل مند

الغرض خدمت بڑی مُشکل بڑی دُشوار ہے
مردِ عارف کو بھی یہ منزل بڑی دُشوار ہے

شلوک ۵۹ نوکروں کو اپنے جو تبدیل کر دے بار بار
مشورہ کرنا کسی سے بھی ہو جس کو ننگ و عار
باکمالوں سے حسد میں جس کا دِل جلتا رہے
اُس کی ماتحتی میں کوئی خوش رہے تو کیا کرے

۶۰ ہے بدوں کی دوستی ہمسائے کی صورت بیش و کم
صُبح کو چاروں طرف ہے دوپہر کو کالعدم[۱]
ابتدا میں ہوتی ہے یہ دوستی حد سے سوا
رفتہ رفتہ گھٹتے گھٹتے ہوتی ہے آخر فنا

۱ غائب

نیک کی اُلفت میں گویا خاصیت ہے دھوپ کی
پہلے کم پھر بڑھ کے ہوجاتی ہے پُورے رُوپ کی

شلوک
۶۱؎ مچھلیاں ہوں یا ہرن یا نیک طِینت کے بشر
کرتے ہیں آب وگیاہ و صبر پر اپنی گزر
ہاں شِکاری اور ماہی گیر، یا بدکار لوگ
ناحق اُن سے دشمنی کا پالتے ہیں دِل میں روگ

نیکوں کے اَوصاف

۶۲؎ آرزو رہتی ہو جن کو صُحبت اشراف کی
باکمالوں کے کمالِ فن سے ہو جن کو خُوشی

جو بزرگوں کے بڑوں کے سامنے عاجز رہیں

کسبِ[1] علم و فن میں جو کوشاں رہیں کُلفت سہیں

صِرف ایک اپنی ہی عورت سے محبّت جن کو ہو

اور غمّازی کی بدعادت سے نفرت جن کو ہو

جو ہمیشہ خواہشاتِ نفس سے بچ کر رہیں

مستعد[2] جی جان سے ہر دم عبادت پر رہیں

صُحبتِ بد سے کریں پرہیز جو ہر حال میں

اور جو آتے نہ ہوں اہلِ[3] ریا کی چال میں

ایسے اِنساں دہر میں ہیں قابلِ صد احترام

خوبیاں ان کو عطا کی ہیں مشیّت[4] نے تمام

شلوک ۶۳ فطرتی اوصاف نیکوں کے بتاتا ہوں تمہیں
خوبیاں ہوتی ہیں جو اُن میں سناتا ہوں تمہیں
صبر کرتے ہیں مصیبت کو وہ سر پر دیکھ کر
دان کرتے ہیں میسّر جب انہیں ہوتا ہے زر
گفتگو میں رکھتے ہیں آدابِ مجلس کا بھرم
جنگ کے میدان میں رہتے ہیں وہ ثابت قدم
نیک نامی کی تمنّا ان کو رہتی ہے مدام
شاستر میں دھیان رکھنے سے انہیں ہر دم ہے کام
۶۴ دان وہ دیتے ہیں تو دیتے ہیں بے ظاہر ہوئے
کرتے ہیں مہمان کی خاطر وہ جی سے جان سے

کرتے ہیں احسان کسی پر تو جتاتے تک نہیں
نیکیاں کر کے زباں پر اُن کو لاتے تک نہیں
ہاں اگر ان پر کبھی اِحسان کرتا ہے کوئی
سب پہ ظاہر کرتے ہیں ان کو بھری محفل میں بھی
شاستر کے معتقد^۱ ہیں صاحبِ ایماں ہیں وُہ
درحقیقت قابلِ صد احترام اِنساں ہیں وُہ
نیک اِنسانوں میں شامل ہیں تو شامل ہیں وہی
صاحبِ دِل ہیں وہی عزّت کے قابل ہیں وہی
پا کے دَولت وہ کبھی کرتے نہیں اس پر غرُور
پاس رکھتے ہیں وہ غیروں کی بھی عزّت کا ضرور

۱۔ ماننے والا۔

کر دیا کِس نے انہیں ان خوبیوں میں پختہ کار
اصفہانی[1] تیغ سے بھی تیز تر ہے جن کی دھار
شلوک ۶۵ ہاتھ قدرت نے دئے دینے دلانے کے لئے
سر دیا نیکوں کے قدموں پر جھکانے کے لئے
راست گوئی کے لئے کی ہے عطا حق نے زباں
بخشے بازو بہرِ اظہارِ شجاعت بے گُماں
دِل دیا مقصود ہے اس سے صفائی کا خیال
کان بخشے شاستر سننے کو اے نیکو خصال
پس یہی اوصاف رکھتے ہوں اگر اعضا تمام
قابلِ توقیر[2] ہیں وہ لائقِ صد احترام

[1] فارس کی مشہور تلوار [2] عزت

شلوک

۶۶؎ عیشِ و عشرت میں ہو نازک تر کنول کے پھول سے
سنگ سے بھی سخت وہ دَورِ مصیبت میں رہے
نیکدل اِنسان کی یہ جانچ یہ پہچان ہے
نیکدل اِنسان کا یہ دین یہ اِیمان ہے

۶۷؎ گر کے جلتے لوہے پر پانی کا قطرہ ہو فنا
برگِ گُل تک آ کے ہو زینت میں موتی سے سوا
ابرِ نیساں سے صدف[1] کے مُنہ میں گرتا ہے اگر
اس کی خاصیّت سے بن جاتا ہے تابندہ[2] گُہر
یہ نتیجہ ہے فقط اِنسان کی فِطرت کا پھل
اوسط و ادنیٰ و اعلیٰ سب میں ہے صحبت کا پھل

۱؎ سیپ ۲؎ چمکدار

شلوک ۶۸/ باپ کو رکھے جو بیٹا شاد نیک اعمال سے
جو زنِ نیک اپنے شوہر کی بھلائی میں رہے
رنج و راحت میں رہے جو دوست یکساں باوفا
ایسے ساتھی بالیقیں انعام ہیں تقدیر کا
شلوک ۶۹/ ہو پرستش[1] کے لئے مقصود صرف اک دیوتا
وہ ہو گنیشو یا ہوں شوجی۔ ہو نہ کوئی دوسرا
دوست بھی اپنا بنانا چاہئے بس ایک کو
بادشاہِ وقت ہو وہ۔ یا کوئی درویش ہو
اک جگہ اپنی سکونت کے لئے کرلو پسند
خواہ بستی خواہ جنگل تم کو آئے جو پسند

۱/ پوجا

ایک عورت کے سوا اُلفت تمہیں واجب نہیں
چاہے وُہ بدشکل وبدصُورت ہو چاہے ہو حسیں

ملتوک کون ہے عزّت نہ کرتا ہو جو اُس اِنسان کی
عاجزی میں جو فضیلت جانتا ہو جان کی
دوسروں کی مدح گوئی کو جو خوبی جان لے
جو شکستِ دِل میں اپنی کامیابی مان لے
جو بُروں کو اور غمّازوں کو اپنے عفو[1] سے
صُحبتِ احباب میں شرمندہ و نادم کرے

ملتوک جس طرح جھکتی ہے شاخِ باردار[2] وقتِ ثمر[3]
اور اُتر آتا ہے نیچے وقتِ بارش ابرِ تر

[1] معاف کر دینا [2] پھل دار [3] پھل

بس یہی صُورت ہے اُن کی بھی جو ہیں نیکو خصال
وُہ بھی جُھک جاتے ہیں پاتے ہیں اگر مال و منال

شلوک
۷۲ شاستر سُننے سے زینت کان کی ہے بالیقیں
ہوں اگر کُنڈل مرصّع کان میں، وُہ کُچھ نہیں
نیک کے قالب کی زیبائش ہے نیکی کا شعُار
عِطر ملنے سے نہیں زینت بدن کی زِینہار[۱]

۷۳ ہو گیا معلوم ہم کو یہ بزرگوں کے طفیل!
دوست جو سچّے ہوں ان کی ہے عِلامت حسب ذیل
دوستوں کو وُہ گناہوں سے بچاتے ہیں مدام[۲]
اور نیکی کی ہدایت سے اُنھیں رہتا ہے کام

۱ بالکل ۲ ہمیشہ

پردہ پوشی کرتے ہیں وُہ ان کے عیبوں کی مدام
خُوبیاں ان کی جتاتے ہیں وُہ پیشِ خاص و عام
ساتھ دیتے ہیں مُصیبت دوستوں پر ہو اگر
وقت پر دیتے ہیں حسبِ اِستطاعت ان کو زر
شلوک ۴۷ جس طرح سُورج کِھلا دیتا ہے بے مانگے کنول
چاند سے جیسے چکوریں پاتی ہیں راحت کا پھل
ابرِ باراں بے طلب سیراب کرتا ہے زمیں
گو زمیں اپنی زباں سے کچھ طلب کرتی نہیں
عین اسی صُورت سے جو اصحاب ہیں عالی نسب
جان تک دے دیتے ہیں اَوروں کی خاطر بے طلب

شلوک

۷۵ درجۂ اعلیٰ کا اِنساں ہے وہی جو برملا !

اپنا نقصاں کر کے بھی کرتا ہے اوروں کا بھلا

درجۂ اوسط کے ہر انسان کو شام و سحر

ساتھ اپنے فائدہ اوروں کا ہے مدِّ نظر

درجۂ ادنےٰ کا وہ اِنسان ہے سب سے بُرا

دوسروں کا کر کے نقصاں جو اُٹھائے فائدا

ایسے بد خصلت کمینے جو ہمیں مِلتے رہیں

جانور ہیں وُہ ہم ان کو آدمی کیوں کر کہیں

۷۶ دوستی اُن کی جنہیں کہتے ہیں سب نیکو خصال

ایسی ہوتی ہے جیسے دیں دُودھ پانی کی مثال

دُودھ کی صُحبت سے پانی کو بھی یہ عزّت ملی
اس کی خاصیت بھی پائی اس نے رنگ و شکل بھی
دیکھتا ہے جب بھی پانی دُودھ کو جلتا ہوا
دُودھ سے پہلے وُہ خُود جلتا ہے ہوتا ہے فنا
دیکھتا ہے دُودھ جب پانی کی اِس تکلیف کو
جوش میں آکر اُبلتا ہے کہ آتش سرد ہو
اُس پہ جب پانی کے قطرے ڈال دیتا ہے کوئی
واپسی پر دوست کی پاتا ہے ٹھنڈک رُوح کی
بیٹھ جاتا ہے مسرّت سے کہ پھر یار آگیا
دوستی کا لُطف اس کو پھر بھی اک بار آگیا

شلوک

۶۶ جو کوئی دیکھے سمندر کو نگاہِ غور سے
اس کو آئیں گے نظر جلوے ہزاروں طور کے

شیش سیّا پر اُدھر بھگوان وِشنو جلوہ گر
دُور تک ہوں گے پہاڑی سلسلے پیشِ نظر

دوپہر کو آگ برساتی ہے گرمی حشر خیز
سارے پانی کو وہ کھولاتی ہے ہو کر تیز تیز

پھر بھی بل آتا نہیں ہرگز جبینِ بحر پر[1]
ہو نہیں سکتا سکوں اس کا کبھی زیر و زبر

اس سے ثابت ہے کہ ہے اس کا تحمّل بے مثال
نیک انسانوں کا ہوتا ہے سمندر کا سا حال

[1] سمندر کا ماتھا

شلوک

۷۸ اب یہ سنئے کیا ہوا کرتے ہیں نیکوں کے صفات

جن کے باعث ہوتی ہے مقبولِ عالم اُن کی ذات

وہ ہوس کو چھوڑ کر کرتے ہیں بخشش اختیار

نخوت[1] و ناز و تکبّر سے انہیں ہوتی ہے عار

ہر بُرائی سے انہیں پرہیز ہوتا ہے مُدام

راست گوئی سے صداقت سے رہا کرتا ہے کام

نیک لوگوں ہی کی ہوتی ہے انہیں صحبت پسند

اَور ہوتی ہے انہیں داناؤں کی خدمت پسند

قابل اِنسانوں کی عزّت کرنا ہے اُن کا شعار

دشمنوں کو بھی نہیں ناراض کرتے زینہار

[1] غرور

خُوب پھیلاتے ہیں وُہ دُنیا میں اپنا ہر کمال
نیک نامی کا ہمیشہ دِل میں رکھتے ہیں خیال
ہو اگر کوئی مُصیبت کا کہیں مارا ہُوا
رحم کھاتے ہیں وہ اس کے حال پر بے انتہا
شلوک ۷۹ ایسے نیک اِنسان دُنیا میں ہُوا کرتے ہیں کم
دیکھ کر جو دُوسروں کو غم میں خود کھاتے ہیں غم
فَیض پہنچاتے ہیں ان کو اپنے جان و مال سے
کوئی دم غافل نہیں رہتے وُہ ان کے حال سے
ان کے ادنےٰ سے ہُنر کو بھی سمجھتے ہیں بڑا
ہر کمال ان کا بیاں کرتے ہیں سب سے برملا

شلوک

۸۰ سونے چاندی کے پہاڑوں سے بھلا کیا فائدا

جن سے پا سکتا نہیں کوئی درخت اپنی غذا

کوہ ملیاچل کی عظمت کو سمجھ اے نیک بخت

جس پہ بن جاتے ہیں صندل کے شجر کڑوے درخت

صبر کی صفت

۸۱ مِل گئے گو ایسے گوہر جن سے حاصل ہو معاش[۱]

دیوتاؤں نے نہ چھوڑی پھر بھی ساگر کی تلاش

زہر سے ڈر کر بھی باز آئے نہ کوشش سے کبھی

آخر امرت کی جو نعمت تھی وہ اک دن پا ہی لی

[۱] روزی

اِس سے ثابت ہے کہ جن کے دِل میں ہے صبر و قرار
وہ اگر ہمّت نہ ہاریں گے تو ہوں گے کام گار[1]

شلوک
۸۲ سوئیں وہ خالی زمیں پر ــ یا ہو بِستر لیے لحاف
ساگ کھائیں یا غذا کھائیں وُہ سادہ اُور صاف
وُہ پھٹی گُدڑی لپیٹیں تن کو ڈھکنے کے لئے
ریشمی ملبوس[2] کو وُہ پھینک دیں تحقیر[3] سے
الغرض صابر جو ہیں پھنستے نہیں جنجال میں
دُکھ ہو یا سُکھ شادماں رہتے ہیں وہ ہر حال میں
۸۳ کوئی خُوش خُو[4] ہو تو پاتا ہے وُہ خُوش خُوئی کا پھل
حال سے اپنے نہیں ہوتا وہ غافل ایک پل

[1] کامیاب [2] لباس [3] بے عزّتی [4] اچھی عادت والا

اپنی خوش خوئی سے پاتا ہے بھلائی کا ثمر
انکسار اس کی شجاعت کا نشاں ہے معتبر
شانتی دِل کی وہ پا لیتا ہے آخر گیان سے
شاستر کرتے ہیں واقف اس کو اپنی شان سے

شلوک ۸۴
صبر والے راستی سے ہٹ نہیں سکتے ذرا
گو بُرا ان کو کہے سارا زمانہ برملا
اچھّی سے اچھّی غذا حاصِل ہو یا فاقہ رہے
غم نہیں اُن کو بلا سے جان جائے یا رہے
الغرض صبر و قناعت ہے مدام اُن کا شعار
ظلم سہہ کر بھی وہ قائم رکھتے ہیں اپنا وقار

شلوک ۸۵

بند رہتا ہے مداری کے پٹارے میں جو سانپ
اَور قید و بند سے تنگ آ کے وُہ جاتا ہے کانپ
وُہ مُسلسل بھُوک سے مجبُور ہو جاتا ہے جب
ہوتا ہے قُدرت سے پَیدا اس کے جینے کا سبب
ایک چوُہا کر کے سوراخ اس پٹارے میں گھُلا
خُود بخُود بنتا ہے بھُوکے سانپ کی آ کر غذا
سانپ اپنی بھُوک کی تکلیف سے پا کر قرار
خُود بھی اس سوراخ کے رستے سے ہوتا ہے فرار
یہ نتیجہ اس سے نِکلا صاف اے مردِ عقیل!
ہے یونہی قُدرت سب انسانوں کی روزی کی کفیل[1]

[1] ذمّہ دار

شلوک

۸۶ کاہلی سے بڑھ کے دُشمن کوئی انساں کا نہیں
بڑھ کے محنت سے نہیں کوئی انیسؔ[1] وہم نشیں

۸۷ جو جفاکش ہیں وہ ہر تکلیف سے محفوظ ہیں
اپنی محنت کا ثمر پاتے ہیں وُہ محظوظ[2] ہیں

۸۸ چھانٹ دی جاتی ہیں شاخیں جس شجر کی بے شمار
از سرِ نو اس میں ہو جاتے ہیں پیدا۔ برگ و بار[3]

چاند کو دیکھو کہ وُہ پہلے تو ہوتا ہے ہلال[4]
بڑھتے بڑھتے بدر[5] ہو جاتا ہے پاتا ہے کمال

اِن مثالوں سے بشر کے واسطے ہے یہ پیام
بعد تکلیفوں کے مِل جاتی ہے راحت لاکلام

۱ ہمدرد ۲ لُطف اٹھانے والا ۳ پھل اور پتے ۴ نیا چاند ۵ پُورا چاند

پرماتما کی قُدرت

شلوک

۸۹ راجہ اِندر جنگ میں ناکام ہی ہوتا رہا
گو وزیر اس کا برہسپت تھا بجر ہتھیار تھا
ایراوت ہاتھی تھا اس کا اَور وِشنُو مہرباں
پھر بھی ہر میدان میں ثابت ہُوا وُہ ناتواں
اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمّت کچھ نہیں
چاہیئے پرماتما پر ہی بھروسا بالیقیں

۹۰ نیک یا بد جس طرح کے آدمی کرتا ہے کام
اُس کو مل جاتا ہے ویسا ہی نتیجہ لاکلام

عقل بھی اس کی مطابق ہوتی ہے اعمال کے
چاہیئے دانا کو پہلے سوچ لے پھر کچھ کرے
شلوک ۹۱ دُھوپ کی تیزی سے جب گنجے کا سر جلنے لگا
تاڑ کے سائے میں موقع مِل گیا آرام کا
قُدرتِ حق سے گِرا اِک پھل جو اس پر وزن دار
چوٹ کھا کر پھٹ گیا سر ہو گیا وُہ بے قرار
اِس سے یہ ثابت ہوا تقدیر ٹل سکتی نہیں
ہو بُری تقدیر تو تدبیر چل سکتی نہیں
جائے بدقسمت جہاں ساتھ اس کی قسمت جائیگی
جو مصیبت اس پر آنی ہے بہر حال آئے گی

شلوک ۹۲ مہرِ و مہ[1] اکثر گہن کے ہاتھ سے دلگیر ہیں
سانپ قیدی فیل[2] بھی پابستۂ زنجیر[3] ہیں
عاقل و دانا نظر آتے ہیں اکثر تنگ حال
ہم سمجھتے ہیں کہ قادر ہے خدائے ذوالجلال
اس کی قدرت سے کوئی آزاد ہے کوئی اسیر
کوئی نادار اور مفلس کوئی زردار و امیر

۹۳ کاتبِ روزِ ازل[4] کے کچھ نرالے ڈھنگ ہیں
دیکھتے ہیں کارنامے اس کے سارے دنگ ہیں
خوبیوں کی کان کہتا ہے وہ دولت کو کہیں
توڑ کر پھر اس کو کر دیتا ہے پیوندِ زمیں

[1] سورج چاند [2] ہاتھی [3] زنجیر سے بندھا ہوا [4] برہما

کِس غضب کی بات ہے یہ جوڑنا یہ توڑنا
ہم سمجھتے ہیں کہ ہے یہ عقل سے مُنہ موڑنا

۹۴ گو کریرا اور اس کی شاخیں رہتی ہیں بے برگ و بار
لیکن اِس میں کیا خطائے بخششِ فصلِ بہار
اور اُلّو کو اگر دِن میں نہ آئے کچھ نظر
مہرِ تاباں کا قصور اس میں ہے کیا اے دیدہ ور؟
ابر برسے اور پپیہے کا دہن محروم ہو
اِس میں بادل کی خطا کیا ہے یہ خود ہی سوچ لو
بات تو یہ ہے کہ جو قسمت ہوا روزِ ازل
وہ بدل سکتا نہیں، ہر حال میں ہے وہ اٹل

فضیلتِ افعال

سر جھکا دیتے ہیں ہم کچھ دیوتاؤں کے حضور

دیکھتے ہیں یہ کہ وہ برہما کے بس میں ہیں ضرور

اس لئے برہما کے آگے سر جھکا دیتے ہیں ہم

وہ بھی پھل دیتا ہے ویسا جیسے ہوتے ہیں کرم

جب یہ "برہما" اور یہ "پھل" دونوں ہیں بے اختیار

اور ہے افعال کے قابو میں ان کا کاروبار

ایسی حالت میں کریں کیوں سجدہ ان دونوں کو ہم

کیوں نہ سجدے کے لئے افعال کو سمجھیں اہم[1]

[1] ضروری

۹۶؎ میرا سجدہ ہے فقط اس فعل کو با صد ادب
جس نے برہما کو بنایا آفرینش[1] کا سبب
اور وِشنو کو کیا آفت میں جس نے مُبتلا
دہر میں اوتار پر اوتار وہ لیتا رہا
اور شِو جی کو دیا جس نے گدائی کا مقام
تاکہ ہر انسان سے وُہ بِھیک مانگے صبح و شام
مِہرِ عالم تاب کو پابندِ گردش کر دیا
کوئی موقع مِل نہیں سکتا اسے آرام کا

۹۷؎ راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں مَیں برملا
آدمی کو نیک عادت کا نہیں کچھ فائدہ

[1] پیدائش

کچھ نہیں حاصل جو اعلےٰ خانداں میں ہو جنم
یا ملیں عقلِ سلیم[1] و علم بے پایاں بہم
اور خدمت کا بھی کچھ ہوتا نہیں ہے ماحصل[2]
ہاں عبادت یا گذشتہ فعل دیتے ہیں پھل

۹۸ جنگلوں میں رزم[3] میں اعدا[4] میں آگ اور آب میں
بحر و بر دشت و جبل[5] میں بے خودی کے خواب میں
دِق کی بیماری سے رنج و یاس کے جنجال سے
رہتا ہے محفوظ انساں سابقہ اعمال سے

۹۹ راست ہو سچی ہو جو تدبیر وہ تدبیر ہے
اور عقل و فہم بھی اک خوبیٔ تقدیر ہے

۱؎ درست عقل ۲؎ حاصل ۳؎ جنگ ۴؎ دشمن ۵؎ جنگل اور پہاڑ

دشمنوں کو جو بنا دے دوست [۱]سم کو انگبیں[۲]

جو عیاں کرتی ہے ہر رازِ نہاں[۳] کو بالیقیں

تم کو لازم ہے پرستش بس اِسی تدبیر کی

ہاں اِسی تدبیر کو کہتی ہے دُنیا بھگوتی

اپنی مرضی سے نہ ڈھونڈو عیش کو آرام کو

اپنی ہمت سے دُکھ اُٹھا کر کیوں مُصیبت میں پڑو

۱۰۰ چاہئے دانا کو پہلے سوچ لے انجام کو

پھر کرے وہ اپنے اچھے یا بُرے ہر کام کو

جو بشر کرنے لگے بے سوچ سمجھے کوئی کام

اس کا حاصل کچھ نہیں ہوتا بجُز[۴] رنجِ دوام

۱ زہر ۲ شہد ۳ چھپا ہوا بھید ۴ سوائے

۱۰۱ آ کے میدانِ عمل میں کوئی مردِ بد نصیب
دُور رہتا ہے عبادت کے نہیں ہوتا قریب
اس کو یوں سمجھو کہ وہ ہے ایسا ناداں فطرتاً
ظرفِ زرّیں میں جو بھونے چوبِ صندل سے لہسن
اور اپنے کھیت میں سونے کے ہل کے زور میں
آکھ کی جڑ لے کے چلتا ہے زمینِ شور میں
اور کیلے کے تنوں سے باڑھ کرتا ہے بلند
یا کنوئیں کے گرد رستہ اس سے کر لیتا ہے بند
۱۰۲ آدمی وہ ہے سمندر میں جو تیرے بے خطر
جنگ کے میدان میں جائے وہ با تیغ و تبر

۱ جنوبی گوکٹری ۲ بنجر زمین

یا تجارت یا زراعت اُور خدمت کے لئے
نفع حاصِل کرنے کی ہر وقت تدبیریں کرے
یا کرے پروازِ[1] سوئے آسماں مثلِ پرند
پھر بھی جو تقدیر میں ہوگی وہ پہنچے گی گزند
یعنی اَن ہونی جو ہے وُہ تو کبھی ہوتی نہیں
اور جو ہوتی ہے وہ فعلوں کا پھل ہے بالیقیں
جس کو افعالِ حمیدہ[2] کا سہارا مل گیا
اُس کو ہو جاتا ہے حاصِل فائدے پر فائدہ
اس کو ہیبت ناک[3] بن[4] گُل زار آتے ہیں نظر
دوست بن جاتی ہے سب مخلوق اس کی سر بسر

۱؎ اُڑان ۲؎ اچھے کام ۳؎ ڈراونے ۴؎ جنگل

وُسعتِ رُوئے زمیں ہے کانِ زر اس کے لئے
راہ کے ہیں سنگ ریزے[۱] بھی گہر اس کے لئے

شلوک ۱۰۴-۱۰۵

(بصُورتِ سوال وجواب)

سُکھ ہے کیا؟ دراصل ہے وُہ صحبتِ اہلِ کمال
دُکھ ہے کیا؟ بس درحقیقت جاہلوں سے اِتّصال[۲]
کیا ہے نقصاں؟ چُوک جانا وقت پر انسان کا
کاملیّت کیا ہے؟ رغبت نیکیوں سے برملا
سُورما ہے کون؟ جس نے کرلئے بس میں حواس
عورت اچھّی کونسی ہے؟ جس کو ہو خدمت کا پاس

۱۔ پتھّر کے ٹکڑے ۲۔ میل

مال و دولت کیا ہے؟ عَلمیت جسے کہتے ہیں لوگ
عیش کیا ہے؟ جب نہ ہو غیروں کی مانحتی کا روگ
راج کیا ہے؟ حُکم اپنا حسبِ خواہش ہو رواں
اِس سے بڑھ کر بادشاہت کا نہیں کوئی نشاں
تلخ[1] گوئی سے حذر کرتے ہیں جو عالی مقام
اور ہر انسان سے ہوتے ہیں جو شیریں کلام
اپنی عورت پر کفایت کرتے ہیں جو صبر سے
رہتے ہیں محفوظ۔ بیگانوں کے ظُلم و جبر سے
ایسے نیک افعال انساں ہیں جہاں میں خال[2] خال
سینکڑوں میں ایک دو ہوتے ہیں ایسے خوش خصال

[1] کڑوا بول [2] کوئی کوئی

۱۰۷ صبر کرتا ہے مُصیبت میں اگر اِنساں کوئی
اس کی راحت کو مِٹا سکتا نہیں کوئی کبھی
جیسے جلتی آگ کو کوئی اُلٹ دے برملا
اس کا شعلہ پھر بھی اُوپر ہی کی جانب جائیگا
رُخ نہ ہوگا آگ کے شُعلے کا نیچے کی طرف
مردِ صابر کا بھی سب سے اُونچا رہتا ہے شرف
۱۰۸ جس نے کھایا ہو نہ دِل پر تیرِ چشمِ نیم باز
آتشِ[۱] غیظ و غضب[۲] سے جو رہا ہو بے نیاز
جس نے رکھے ہوں ہمیشہ اپنے قابو میں حواس
جو علائق[۳] کو کسی صورت بھی آنے دے نہ پاس

۱ آگ۔ ۲ غصّہ ۳ تعلق

بس وہی انسان ہوتا ہے جہاں میں فتح مند
مرتبہ رہتا ہے اس کا سب کی نظروں میں بلند

۱۰۹؎ اک دِلاور سُور بیر انساں اکیلا بالیقیں
اپنے ہی قبضے میں کر لیتا ہے یوں ساری زمیں
جس طرح خورشید عالم تاب کوسوں دُور سے
ساری دُنیا کو بنا دیتا ہے روشن نور سے

۱۱۰؎ جو نہ ہو اس دہر میں قیدِ علائق[1] کا اسیر
اور استقلال ہو جس کی طبیعت کا خمیر[2]
آگ بھی اس کو نظر آئے گی پانی کی مثال
ندی سمجھے گا سمندر کو بھی وہ نیکو خصال

ملہ۱ تعلق کی قید ملہ۲ خاصیت

سنگ ریزے کے برابر ہے اسے کوہِ بلند
شیر[1] بھی اس کو نظر آئے گا مثلِ گوسفند
کوڑیالے سانپ کو سمجھے گا وہ پھولوں کا ہار
اس کی آنکھیں زہر میں دیکھیں گی امرت کی بہار
جو حیا کے ساتھ باقی خوبیوں کے ہیں امیں[2]
صاف دل ہیں خواہشاتِ نفس[3] کے پیرو نہیں
راست بازی کے فدائی، حوصلہ مند آدمی
عہد کر لیتے ہیں جب سچے ارادے سے کبھی
بھول کر بھی عہد اپنا پھر نہیں وہ توڑتے
جان دے دیتے ہیں لیکن منہ نہیں وہ موڑتے

۱ بکری۔ ۲ امانت دار ۳ وشا بھوگ

باغاتِ نعمت

دیکھ لیں جلوے "گُلِ صد رنگ" کے اہلِ جہاں
کیا چمن اندر چمن ہیں گُلستاں در گُلستاں
کتنا رنگیں مصرعِ تارِیخ ساحرؔ نے کہا
آئی ہے "باغاتِ نعمت" پر بہارِ بے خزاں
۱ ۹ ۶ ۴

ساحرؔ سنامی

گُلِ صد رنگ جناب کمالؔ کرتارپوری کی نظر میں

آج کل اُردو زباں بھُولا ہُوا افسانہ ہے
دَورِ نو کی پود اس کے حُسن سے بیگانہ ہے
پھر بھی ساحرؔ کیوں چھپاتا ہے کلام اپنا کمالؔ
کوئی کیا سمجھے وہ دیوانہ ہے یا فرزانہ ہے

●

گُلِ صد رنگ وہ تصنیف ہے ساحرؔ سنامی کی
جو دریا ہے فصاحت کا تو قُلزم ہے بلاغت کا
کمالؔ اس حُسنِ رنگ و بُو میں گُم ہو کر یہ سمجھا ہے
یہ نقشہ ہے نزاکت کا یہ گُلشن ہے لطافت کا

●

اے نکتہ چیں حواس کو مرکز پہ لا کے دیکھ
شعروں کے حُسن سے ذرا آنکھیں مِلا کے دیکھ
اے کور ذوق پھُول سے ہنسنا بھی سیکھ لے
کلیاں جو منتظر ہیں انہیں گدگدا کے دیکھ

"گُلِ صد رنگ" ایک بے نیاز فنکار کی نظر میں

حضرتِ ساحر سناحی کی کرامت دیکھئے
بھرتری کی ان پہ کتنی ہے عنایت دیکھئے
پُوجتے ہیں اہلِ فن ان کے گُلِ صد رنگ کو
خالقِ شعر و سخن کی ان پہ رحمت دیکھئے

★

یہ سلاست، یہ لطافت، یہ اثر، یہ رنگ ڈھنگ
صُورتِ دریا روانی اور ایسی موج خیز
ایک دریا ہے کہ اُمڈا آ رہا ہے دم بدم
یا نسیمِ گلستاں ہے کیف بیز و کیف ریز

★

کیا نئے جلوے دکھائے ہیں گُلِ صد رنگ کے
معرفت کی مے پلائی ہے نرالے ڈھنگ سے
ساحرِ جادو بیاں کے کیوں نہ ہوں ممنون لوگ
دِل کے شیشے صاف کر ڈالے غبار و زنگ سے

★

موتیوں سے بھی گِراں قیمت گُلِ صد رنگ ہے
اس کی رعنائی پہ جلوے باغِ جنّت کے نثار
جاودانی کیف ہے اس کے شمیم و رنگ میں
ناشناسائے خزاں ہے اس کے گلشن کی بہار

TEER-O-NISHTAR

A Collection of a few Urdu couplets

&

Verses

Every Line of which will go deep into your heart.

Highly acclaimed by the poets of India and Pakistan.

by :

SAHIR SUNAMI

Price Re. 1/-

20, Tughlak Cres.
N. Delhi.

I received your letter of the 8th January. I am sorry for delay in reply. I am very glad to learn that you have translated the well known Bhartri Hari Shattak in Urdu and propose to translate the Virag Shattak. I very much appreciate your effort to enable Urdu knowing public to read this interesting book. I hope public will also appreciate it.

Dr. SYED MAHMUD

Dr. BHAI JODH SINGH,
M.A., D. Litt.
Vice-Chancellor

PUNJABI UNIVERSITY
Patiala.
Dec. 10, 1964

I am glad to know that you have translated Virag Shattak into Urdu which is being published serially by the Daily Partap and Milap. I am also glad to know that you now propose to publish the same in the form of a book. I wish you all success in your venture.

JODH SINGH

SURAJ BHAN
Vice-Chancellor

Kurukshetra University
KURUKSHETRA.
January 27, 1965.

I have gone through portions of Neeti Shattak by Bhartari Hari translated in simple Urdu by Shri Tejwant Rai "Sahir Sunami." I am happy to record my appreciation of the laudable effort on the part of the writer in rendering the Shattak in Urdu in such appropriate verse. It has given me great pleasure to know that he is now proposing to publish the translation of Bhartari Hari's Virag Shattak. I am sure this work of his will be acclaimed by the reading public.

SURAJ BHAN

VICE-CHANCELLOR
Panjab University

Chandigarh
February 10, 1965.

MESSAGE

Shri Tejwant Rai Sahir Sunami has done a good piece of work by translating in Urdu Verse all the verses written by the famous Sanskrit poet Bhartri Hari. Happily the translation of the first hundred verses (Niti Shatak) has already been published and this publication has been appreciated by the State Language Department by a suitable award. The second Century (Virag Shatak) is now being published and I hope the readers will enjoy it. I am sure, in course of time, the third Century (Shingar Shatak) will also be published.

A. C. JOSHI

DIWAN CHAND SHARMA

19, Windsor Place
New Delhi—1.
12th Feb. 1965.

I thank you for your very gracious letter which I have read atleast twice over. I am glad you are going to publish in book form the translation of Bhartari Hari's poems in Urdu which you have done in such an excellent way. I need not say that I am looking forward to the publication of this book with the eagerness which is almost school-boyish. I shall feel obliged if you kindly give me the privilege of purchasing the first book when it is published. I shall send you the required amount as soon as I hear from you.

I pray to God that you should live long to make available in Urdu some of the treasures of our Sanskrit literature.

With regards,

D. C. SHARMA

Kailash Chandra
Secretary, Department of
Parliamentary Affairs

6, Lytton Lane,
New Delhi—4.
March 11, 1965.

I have gone through some specimens of the translation of Bhartri-Hari-Shattak done by Shri Sahir Sunami.

Translation of a literary work is always a very difficult affair if one is expected to do justice to the original. Translation of poetry into poetry is many times more difficult. It is a terrain into which very few people venture and even amongst those who do, a much fewer number are able to come out with credit.

I am glad to find that Shri Sahir Sunami chose to enter into a hitherto somewhat unexplored field, and from the few specimens of his efforts that I have seen, I feel sanguine that he will come out with credit. The translations that he has rendered into Urdu Verse carry ease and spontaneity as also the depth of the original. The intensity of thought of the original has gained a new beauty of expression. I am glad that he has resisted the temptation of wide departures from the original, which many poets resort to because they find it more convenient, but in such a process invariably the essence and beauty of the original is lost. Shri Sahir Sunami has been able to make a very good impression of his own versatility in wielding the poetic pen. His efforts are a welcome contribution to Urdu literature. I am sure his book will be well received by the public.

KAILASH CHANDRA.

GIAN SINGH RAREWALA
M.L.A.

21—M.L.A. Flats
CHANDIGARH
10-3-65.

I am glad to know that Shri Tejwant Rai 'Sahir Sunami' who had translated the BHARTRI-HARI-SHATTAK in simple Urdu Verses has now attempted the translation of **Virag Shattak** in Urdu. I know Mr. Sahir from his very child-hood. He has inherited talent & this love for literature and the art of composing Verses from his illustrious father. I had the pleasure of knowing him from very close quarters and read his several books with deep interest.

I had the occasion of reading some Verses of Virag Shattak translated in Urdu published in Daily Partap, Jullundur. I can say that this work will be widely appreciated.

GIAN SINGH RAREWALA
M. L. A.

Chief Parliamentary Secretary, Punjab Govt.

Chandigarh, Oct. 21, 1965.

I have read with great pleasure and interest a few instalments of Bhartri-Hari-Shatik translated in Urdu Verses by Shri Tejwant Rai, Sahir Sunami M.A The work of translation is very difficult and in verses it becomes all the more difficult. Mr. Sahir deserves every type of encouragement for rendering a beautiful translation. Indeed he has done a great service to Urdu literature.

R. P. Garg

Raj Bhawan,
Ahmedabad
Feb. 22, 1965.

Diwan Tejwant Rai deserves to be complimented for his magnificent efforts in publishing in simple Urdu verses the translation of all the three parts of Bhartri-Hari-Shattak which I have no doubt will be a useful and valuable addition to the library of Urdu reading population.

MEHDI NAWAZ JUNG

Raj Bhawan,
Chandigarh.

Nov. 15, 1964.

MESSAGE

I have read with deep interest a few instalments of Bhartri-Hari-Shattak, translated in simple Urdu Verses by Shri Tejwant Rai. It gives me pleasure in recording my appreciation of the keen effort on the part of the writer in translating the Shattak in such simple Urdu Verses. I am glad to know that he now proposes to publish the translation of Virag Shattak in the form of a book also. I have no doubt that this work will be widely appreciated.

I wish the author all success in this venture.

HAFIZ MOHD. IBRAHIM
Governor, Punjab.

D.O.VP-11/654/64

उपराष्ट्रपति, भारत
नई देहली
VICE-PRESIDENT
INDIA
NEW DELHI

December 11, 1964

Dear Shri Tejwant Rai,

Thank you for your letter of the 8th instant.

I send my best wishes for the success of your translation of Bhartri-Hari Virag Shattak.

Yours sincerely,

Shri Tejwant Rai,
Markaz-e-Tasneef-o-Taaleef,
Phulikian Press Buildings,
PATIALA-3

RASHTRAPATI BHAVAN,
NEW DELHI-4
राष्ट्रपति भवन,
नई दिल्ली-4,

December 14, 1964.

Dear Sri Tejwant Rai,

Thank you for your letter. I am glad to know that you have translated Bhartri-Hari Shataks in Urdu and they are much appreciated.

With the best wishes,

Yours sincerely,

(S. Radhakrishnan)

Sri Tejwant Rai, "Sahir Sunami",
Phulkian Press Buildings,
Patiala-3.

Published by :
Jagdish Roy M.A.

First Edition : 1965
2000 Copies
Price : Rs. 2.00

Can be had from :
Phulkian Press, Phulkian Marg,
Patiala, Phone 765.

GUL - E - SUD RANG

Translation in Urdu Verses

OF

Bhartri-Hari-Shattak

The book was adjudged the best Book in the competition for the year 1963-64 by the State Language Department and the Author was honoured with cash reward by Shri Hamayun Kabir, Central Minister.

BY

TEJWANT ROY

'Sahir Sunami'

M.A.